دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دارالعلوم

جلد: ۹۴ | ربیع الثانی - جمادی الاوّل ۱۴۳۱ھ مطابق اپریل ۲۰۱۰ء | شمارہ: ۴

نگراں

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب
مہتمم دارالعلوم دیوبند

مدیر

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب
استاذ دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

ہندوستان سے فی شمارہ -/۱۵ روپے، سالانہ -/۱۵۰ روپے
سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۱۰۰ روپے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۵۰۰ روپے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۵۰۰ روپے

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Mob. : 09411649303 *(Manager)*
Web : http://www.darululoom-deoband.com
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

R. N. I. No. 2133/57

DARUL ULOOM Monthly (Urdu) Printed, Published by Maulana Marghubur Rahman, Owned by Darul Uloom Grush. Published From Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at Darul Uloom Printing Press Deoband, Saharanpur
Editor : Maulana Habibur Rahman Azmi

فہرست مضامین

صفحہ	نگارش نگار	نگارش	نمبرشمار
۳	حبیب الرحمٰن اعظمی	حرفِ آغاز	۱
۷	عزیز بلگامی	نیند تو آئی مگر خواب کے تحفے نہ ملے...!	۲
۱۵	مولانا حذیفہ وستانوی	سیکولرزم کی تباہ کاریاں اور اس سے بچنے کی تدابیر	۳
۲۴	ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی	انسانیت کا نجات دہندہ- رحمۃ للعالمین یا رینڈر	۴
۳۶	مولانا سہیل اختر قاسمی	فلسطینی طلبا کو ذرائع تعلیم سے محروم کرنے کی...	۵
۳۹	مولانا نظام الدین القاسمی	فتنۂ قادیانیت سے باخبر رہئے!	۶
۴۵	سہیل اختر قاسمی	شیخ نصیر خاں علم حدیث کے کوہ ہمالیہ تھے	۷
۴۸	محمد تبریز عالم قاسمی	شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ اور...	۸
۵۳	محمد طاہر الاعظمی	صنعتِ مربع بجمالِ مولانا نصیر احمد صاحبؒ	۹
۵۴	مولانا اشتیاق احمد	تعارف وتبصرہ	۱۰

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- چونکہ رجسٹری فیس میں اضافہ ہوگیا ہے۔اس لیے وی پی میں صرفہ زائد ہوگا۔
- پاکستانی حضرات جناب مولانا شیر محمد صاحب ناظم جامعہ مدنیہ، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور کو اپنا چندہ روانہ کریں۔
- ہندوستان وپاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

حرفِ آغاز

حبیب الرحمٰن اعظمی

مرد وعورت کا وہ مخصوص حصۂ بدن جس کو عربی میں ''عورت'' اور اردو وفارسی میں ''ستر'' کہا جاتا ہے، انسان کے ابتدائی عہد یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک، ہر پیغمبر کی شریعت میں اس کا چھپانا فرض رہا ہے، کس عضو بدن کو چھپایا جائے اس کی تعیین وتحدید میں اختلاف ہوسکتا ہے کہ ''ستر'' کہاں سے کہاں تک ہے مگر اصل فرضیت ستر میں تمام شریعتیں متفق ومتحد رہی ہیں۔

ستر پوشی کا یہ حکم عام ہے جس میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں، پھر خلوت وجلوت ہر حال میں یہ ستر پوشی ضروری ہے چاہے کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ ہو بغیر کسی شرعی وطبعی ضرورت کے تنہائی میں بھی ننگا ہونا مرد وعورت کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

ستر پوشی کا یہ حکم درحقیقت انسانیت سے تعلق رکھتا ہے انسان اپنی انسانیت پر قائم رہتے ہوئے ننگے پن کو گوارا نہیں کرسکتا ہے، کسی نہ کسی حد تک وہ اپنے مخصوص اعضاء کو بہرحال چھپائے رکھنے کو ضروری سمجھتا ہے۔

اسی سے ملتا جلتا ایک مسئلہ اور ہے جسے حجاب مرأۃ اور پردۂ نسواں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی عورت کا اجنبی مرد سے پردہ کرنا۔ یہ ستر پوشی کے مسئلہ سے الگ ہے، اس مسئلہ میں بھی اتنی بات تو تمام انبیاء، صلحاء، رشیوں، منیوں اور شریف لوگوں میں ہمیشہ سے رہی ہے کہ مردوں سے عورتوں کا بے محابا اور بلاخوف وتامل اختلاط اور میل وملاپ نہ ہو، خود ہمارے ملک ہندوستان میں، ہندو دھرم، بدھ مت وغیرہ مذاہب اور دھرموں کے پیروکاروں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان بغیر کسی روک ٹوک کے ملنا جلنا گوارا نہیں کیا جاتا تھا، اور تو اور یہ یورپ وامریکہ جو اختلاطِ مرد وزن کے سب سے بڑے داعی ہیں جنھوں نے عورت کو گھر سے نکال کر اور اسے بے پردہ کرکے بازاروں اور گلی کوچوں میں لا کھڑا کردیا ہے انھوں نے بھی مذہبی اور دینی شرافت کے حدود اور قدیم روایات

کوتوڑ کرہی یہ سب کچھ کیا ہے۔

کوئی ہوشمند اس بات سے انکار نہیں کرسکتا ہے کہ مردوزن کا بے روک میل وملاپ اخلاقی تباہ حالی اور بے حیائی وفحش کاری کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اس لئے شرافت پسند معاشرے میں اس اختلاط کو کبھی بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ انسانی دنیا جب سے وجود میں آئی ہے اس میں کوئی قوم اور کوئی مذہب ایسا نہیں ملے گا جس میں جنسی انارکی اور فواحش بدکاری کو اچھا اور جائز سمجھا جاتا ہو؛ بلکہ پوری دنیا اور سارے مذاہب اس جرم کی قباحت اور برائی پر متفق وہم رائے ہیں، البتہ بہت سی قوموں اور مذہبوں میں فواحش، اور ناجائز جنسی تعلقات کی ممانعت کے باوجود ان کے اسباب وذرائع پر چنداں توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ان پر بندش لگائی جاتی ہے۔

جبکہ مذہب اسلام میں جرائم ومعاصی کو حرام ٹھہرانے کے ساتھ ان اسباب و ذرائع کو بھی ممنوع وحرام قرار دیا گیا ہے جو بطور عادت جاریہ کے ان جرائم تک پہنچانے والے ہیں، جیسے شراب کو حرام کیا گیا تو شراب کے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام کردیا گیا، سود کو حرام کیا گیا تو سود سے ملتے جلتے سارے معاملات کو بھی ناجائز کردیا گیا۔ اسی طرح جب ناجائز جنسی تعلق اور زنا کو حرام کیا گیا تو اس کے قریبی اسباب ومقدمات پر بھی پابندی لگادی، چنانچہ اجنبی عورت کو شہوت اور بری نظر سے دیکھنے کو آنکھوں کا زنا، غلط ارادے سے ان کی بات سننے، کو کانوں کا زنا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا زنا اور اس کے پاس جانے کو پیروں کا زنا کہا گیا۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

العینان زناھما النظر، والاذنان زناھما الاستماع، واللسان زناہ الکلام، والید زناھما البطش، والرجل زناھما الخطی.

آنکھوں کا زنا (اجنبیہ کو شہوت سے) دیکھنا ہے، کانوں کا زنا اس کی باتوں کی طرف کان لگانا ہے، زبان کا زنا اس سے گفتگو کرنا ہے، ہاتھ کا زنا اس کو چھونا وپکڑنا ہے، پیروں کا زنا اس کی طرف جانا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب امور حقیقتاً زنا نہیں ہیں لیکن اس کے اسباب ومقدمات ہیں اس لئے انہیں زنا سے تعبیر کرکے ان کی حرمت کی طرف متنبہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ شہوانی جرائم سے بچانے کے لئے شریعت اسلام میں بطور سدّ وذرائع کے پردۂ نسواں کے احکام نافذ وجاری کئے گئے، اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ شریعت اسلام نے جن کاموں کو گناہ کا سبب قریب قرار دے کر حرام کردیا ہے وہ تمام مسلمانوں مردوعورت

کے لئے حرام ہیں خواہ وہ کام کسی کے لئے گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنیں یا نہ بنیں۔ اب وہ بجائے خود ایک حکم شرعی ہیں جس پر عمل سب کے لئے لازم ہے۔

پھر اس حجاب شرعی کے درجات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

پہلا درجہ: حجاب ذات کا ہے کہ عورت اپنے آپ کو اجنبی مردوں سے پردے میں رکھے۔ قرآن وحدیث کی رو سے اصل پردہ یہی ہے، آیت پاک "وإذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب" اور جب ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔ اور "وقرن في بيوتكن" اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ سے اسی پردہ کو بیان کیا گیا ہے کہ شریعت کا اصل مطلوب یہ ہے کہ عورت گھروں میں رہیں، بغیر کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔

دوسرا درجہ: بوقت ضرورت جب گھر سے باہر نکلیں تو برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلیں کہ بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔

يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن" اے نبی اپنی ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیدیں کہ نیچی کرلیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔

جلباب عربی زبان میں اس چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک اپنے آپ کو ڈھانک سکے۔ حضرت علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے علوم کے وارث تابعی کبیر عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ نے جلباب کے استعمال کی یہ صورت بیان کی ہے کہ عورت سر سے پیر تک اس میں لپٹی ہو چہرہ اور ناک بھی اس سے چھپے ہوں، صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لئے کھلی ہو، بروایت ابن ابی طلحہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی استعمال جلباب کی یہی کیفیت منقول ہے۔ حافظ ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں یہ دونوں روایتیں نقل کی ہیں۔

حضرت عبیدہ سلمانیؒ کی اسی تفسیر کو جمہور سلف نے قبول کیا ہے چنانچہ فقہائے اربعہ میں سے امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہم اللہ مطلقاً عورت کو اجنبی مرد کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں اور فقہائے احناف میں شمس الائمہ سرخسی، اور ابوبکر جصاص رازی وغیرہ اکابر فقہاء نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، اس لئے کہ اجنبی عورت کو بے پردہ دیکھنے کی حرمت خوف فتنہ کی بنا پر ہے اور یہ فتنہ ظاہر ہے چہرہ کے دیکھنے میں دیگر اعضاء کے مقابلہ میں زیادہ ہے کیونکہ اکثر محاسن چہرہ ہی میں ہیں۔

اورآج کے دور میں جبکہ مغربی طرز معاشرت نے جنسی انارکی کوکوچہ وبازار ہی نہیں بلکہ محفوظ گھروں کی چہاردیواریوں تک پہنچادیا ہے مسلم خواتین کے لئے اپنی اسلامی عفت اور پاکدامنی کی حفاظت کے لئے پہلے سے بھی زیادہ اسلامی حجاب اور پردہ کی رعایت ضروری ہے۔ انھیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ دنیا اوراہل دنیا کیا کرتے اورکیا کہتے ہیں بلکہ انھیں یہ دیکھنا چاہئے اللہ اوراس کے پیارے رسول کیا فرماتے ہیں۔فقہائے اسلام اور محدثین عظام نے قرآن وحدیث کے منشاء ومراد کو کیا بیان کیا ہے اسی میں ان کے دین ودنیا کی بہتری وبھلائی ہے۔اوریہی ان کی فطری حیاء کا تقاضا بھی ہے۔اورترقی نسواں کے پرفریب پروپیگنڈہ سے ہوشیار رہیں کہ یہ ترقی درحقیقت ترقی معکوس ہے جس نے عورت کو گھر کی ملکہ کے منصب سے محروم کرکے دفتروں میں نوکرانی بنادیا ہے اوراس کی ذات سے لے کراس کی تصویروں تک کو مردوں کے کاروبار کا ذریعہ بنادیا ہے، اس نام نہاد ترقی نے صنف نازک کواس قدر برسر بازار رسوا کیا ہے جس کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی۔

”سمجھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا“

❁ ❁ ❁

نیند تو آئی مگر خواب کے تحفے نہ ملے....!

از: عزیز بلگامی

پچیسویں سورۃ کی سینتالیسوں آیت ہمارے سامنے ہے: ''(اے کرّہ ارض کے باشندو...!) اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے لباسِ لیل (کی نعمت بخشی) اور نیند کو (جسمانی وروحانی قوتوں کو مجتمع کرنے کے لیے) آرام وسکون کا ذریعہ بنایا اور دن کو (معاشی و دینی، فلاحی وسماجی) سرگرمیوں میں مصروف رہنے کا ذریعہ...''

اِنسانی نسل کے اوّلین جوڑے کو رب تعالےٰ کی جانب سے جب کُرّۂ ارض کی سمت اِذنِ سفر ملا تو اِن کے زادِ راہ میں اللہ کی رحمتیں شامل ہوگئی تھیں۔

پُرخلوص دُعاؤں کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے جنّت سے رخصتی کے وقت اِس فردوسی جوڑے کو ہدایت کی نعمت بھی عطا کردی تھی۔ جنّت کی دلفریب فضاؤں سے مانوس اِس اوّلین اِنسانی جوڑے کے خیر مقدم کے لیے زمین کی دلنشین و پرکیف فضائیں آنکھیں بچھائے کھڑی تھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ حضرت حوّا علیہا السلام کے ہمراہ نہ صرف ایک بخشش یافتہ اوّلین انسانی جوڑا بن کر زمین پر تشریف لائے بلکہ حضرت آدمؑ کو نبوّت کا اولین اور ایک برگزیدہ منصب دار بھی بنایا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ کی خوشنودیوں سے مالا مال اِس انسانی جوڑے نے جب زمین پر قدم رکھا تو دیکھا کہ یہاں انسانی زندگی کی نشو ونما اور اس کی بقا کا ہر سامان موجود ہے۔ انسانی ضروریات کے تمام تر خزانوں سے دامانِ ارضی کو مالا مال کردیا گیا ہے۔ پہاڑوں کے بطن میں معدنیات اور Minerals کے خزانے محفوظ کردیے گیے ہیں۔ زمین کے بطن میں پڑول اور گیس کے سمندر راسٹور کر کے رکھے گیے ہیں۔ پہاڑوں کے نشیب وفراز پر عمارتی لکڑیوں کے جنگلات کے وسیع تر سلسلے پھیلا دیے گیے ہیں۔ فلک بوس پہاڑوں کی دشوار گزار گھاٹیوں میں حضرتِ انسان کی نقل وحرکت کو سہل ترین بنادیا گیا ہے۔ کہساروں کے دامن میں آنکھوں کو خیرہ کردینے والی ہری بھری سپاٹ وادیاں بچھی ہیں، جہاں وہ اپنے سنگ ہائے میل

نصب کرسکتا ہے، کہستانی نعمتوں سے متمتع ہوسکتا ہے۔ اِس دشوار گزار راستوں پر سفر کے لیے تیز رفتار گھوڑے اور باربرداری کے لیے کھچر اور گدھے، ہاتھی اور اونٹ موجود ہیں۔ پینے کے پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے نہ صرف زمین پر دریاؤں کا ایک جال بچھا ہے بلکہ زیرِ زمین پانی کی نہریں بھی بہادی گئی ہیں۔ پھر اسی زمین پر بے پناہ وسعت رکھنے والے سمندروں کے کھارے پانی میں نمک جیسی ایک سہل الحصول لازوال دولت بھی موجود ہے، جس کے بغیر غذاؤں میں حقیقی لذّت پیدا نہیں ہوتی۔

اُنھوں نے یہ بھی دیکھا کہ زمین پر سے انہیں ایک آسمان نظر آرہا ہے، جہاں ستاروں کی ایک خوبصورت انجمن سجی ہوئی ہے۔ شب ہوتی ہے تو یہ ستارے اپنی محفل سجاتے ہیں، پھر خوبصورت سا چاند نمودار ہوتا ہے، صبح ہوتی ہے تو چمکدار سورج اپنی بنفشئی شعاعوں سے سارے عالم کو منور کردیتا ہے۔ پھر یہاں بادل اُٹھتے ہیں، ہوائیں چلتی ہیں، بادلوں میں بجلی لپکتی ہے، دفعتاً، بوندا باندی شروع ہوجاتی ہے، پھر زمین پر جل تھل کردینے والی ایک زور کی بارش برستی ہے۔ صاف و شفاف پانی کے کل کل کرتے ہوئے دھارے بہہ نکلتے ہیں۔ ندیاں، جھیل، آبشار اور تالاب بھرجاتے ہیں۔ آکسیجن سے بھرپور صاف و شفاف فضائیں، دل پذیر سبز لباس میں ملبوس نباتات کے سلسلے، نت نیے رنگوں کے پھولوں سے معمور لہلہاتے ہوئے باغات، لذیذ پھلوں کے بوجھ سے جھکی جھکی ٹہنیاں اور نہ جانے کیا کیا۔ پھر زمین کی ہر شئے کو یہ حکم کہ جنت کے اِن نو واردین اور ان کی نسل کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ مسخر ہوجاؤ، خدمت گزار بنو اور انہیں مسلسل فائدہ پہنچاتے رہو۔ ہاتھی سے کہا کہ انسان بظاہر کمزور ہے، اِس کی جسمانی ساخت اُس کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے، مگر اُسے کمزور نہ سمجھنا، ہم نے اسے عقل اور علم سے مالا مال کردیا ہے۔ اُس کے حوصلے بلند کردیے ہیں، یہ کارہائے عظمت کی انجام دہی میں مصروف ہوگا، تم اپنی قوتوں کے ساتھ اس کے معاون بنے رہنا۔ گھوڑوں سے کہا کہ اسکی سواری کے کام آنا، گدھوں اور خچروں سے کہا کہ اس کے سامان کو اٹھا کر چلنا اور مویشیوں سے کہا کہ اسے دودھ، اون اور چمڑہ فراہم کرنا۔ زمین کی تہہ میں موجود مختلف دھاتوں سے کہا گیا کہ حضرت انسان زمین پر تشریف لاتے ہیں، اِن کی خدمت کے لیے باہیں پسارے رہنا کہ وہ تمہارے استعمال کی جس شکل کے بھی خواہشمند ہوں گے، اُسے بہم پہنچانا۔ پٹرول اور انرجی کے منبعوں سے کہا گیا کہ جب بھی انسان تمہارے تعاون کے سوال کے ساتھ تم تک پہنچے، تم اپنے خزانوں کے دروازے کھول دینا اور ان کی

سواریوں کو تیز رفتار بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑ نا۔ کس کس مخلوق کا شمار کیا جائے کہ کس طرح اُسے انسان کی خدمت پر معمور کیا گیا ہے۔ زمین کی ہر مخلوق انسانوں کو ہر طرح سے سپورٹ کئے جارہی ہے، دنیا میں اس کی بقا میں معاون ومددگار رہے اور قیامت تک اسے یہ خدمت انجام دئے جانا ہے اور مسلسل دیے جانا ہے۔

ہم اس مضمون میں انسانوں کی خدمت پر معمور ساری ہی نعمتوں کی تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہی نہیں بلکہ یہ ہمارے بس کی بات ہی نہیں کہ ہم انسانوں کی خدمت میں مصروف کسی ایک شے ہی کی مکمل تفصیل پیش کرسکیں۔ لیکن شکرانِ نعمت کے طور پر ہم ''نیند'' کے کچھ پہلو پیش کررہے ہیں، کچھ پہلو ہی پیش کرسکتے ہیں۔ اس لیے کہ ''نیند'' جیسی نعمت کا الفاظ میں احاطہ کسی کے بس میں نہیں۔ ''نیند'' کی ماہیت اور کیفیت پر زمانۂ دراز سے غور وفکر کا سلسلہ جاری ہے۔ عصری علوم کی روشنی میں اس پر مزید تحقیقات جاری ہیں، جن کے نتیجے میں نہ جانے اور کتنے پہلو روشنی میں آئیں گے۔

یہ جو ہمارے سر پر چمکتا ہوا تابناک سورج ہے، جس کی فیض رسانی بذاتِ خود ایک الگ موضوع ہے، کا ذکر پہلے ہو جائے، کیونکہ سورج کے طلوع وغروب کے نتیجے میں عالمِ وجود میں آنے والے دن اور رات سے نیند کا بڑا گہرا رشتہ ہے۔ یہ بغیر کسی سستی اور کاہلی کے دنیائے انسانیت میں اجالا بکھیرنے میں مصروف ہے۔ اِس کی فیض رسانی کے ذکر کے لیے کسی دلیل یا لفاظی کی ضرورت بھی نہیں۔ یہ فرمانبردار خادم دن بھر روشنی اور توانائی کا منبع بنا رہتا ہے،

اپنے وقتِ مقررہ پر طلوع ہوتا ہے، اپنے وقت پر غروب ہو جاتا ہے۔ یہ اگر صرف روشنی کا منبع ہوتا اور تپش سے خالی ہوتا تو سوچیے کہ کیا ہوا ہوتا۔ روئے زمین پر بیکٹیریا کا ایک طوفان برپا ہو جاتا جو ہماری ساری غذاؤں اور پھل، پھول اور پودوں کو نیست ونابود کردیتا۔ انسانی زندگی اپنے آثار کھودیتی۔ اُس کا پھیلایا ہوا اُجالا اور اُس کی اُبلتی ہوئی توانائی انسانوں کے لیے کتنی عظیم نعمت ہے کہ انسان اپنی معیشت اور اپنے لیے رزق کی فراہمی کے لیے اِسی اُجالے میں بھاگ دوڑ کرنے کے قابل بنتا ہے۔ دن کے اختتام پر جب یہ غروب ہونے لگتا ہے تو تاریکی کرۂ ارض کو اپنی آغوش میں چھپالیتی ہے۔ یہ تاریکی خود بھی ایک نعمت بن کر انسانوں کی خدمت کے لیے حاضر ہو جاتی ہے۔ رات دھیرے دھیرے جب اپنے پر پھیلاتی جاتی ہے تو گویا کسی چادر کی طرح ہمارے لیے لباس بن جاتی ہے۔ سورج غروب نہ ہوتا تو شاید ہماری دن بھر کی تھکن ہمیں زندہ رہنے کے قابل نہ رکھتی۔ لیکن انسانوں کے اِن قدرتی خادموں میں اتنی جرٔات کہاں کہ وہ ''فردوسی مخلوق'' کے

لیے کسی قسم کے مسائل کھڑے کریں۔ مابعد غروب آفتاب دن بھر کی ہماری تھکن، سورج کی توانائی کو اپنے بدن پر جھیل لینے کے بعد راحت وسکون کا ایک ایسا ماحول بنادیتی ہے کہ ایک عجیب کیفیت سے ہمارا سامنا ہوتا ہے اور یہ کیفیت ہے ''نیند'' کی، جو ایک عظیم نعمت بن کر ہمارے سراپا پر چھا جاتی ہے۔ دلفریب لذّت کی حامل نیند کی یہی کیفیت ہے جو ہمیں اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیتی ہے اور دنیا ومافیہا سے بے خبر کردیتی ہے۔ رات کی تاریکی میں دل ودماغ سے نکلنے والے سگنلس جسمانی وحیاتیاتی اعضاء کو یہ پیغام پہنچاتے ہیں کہ نیند کے ذریعے تم اپنی کھوئی ہوئی انرجی دوبارہ حاصل کرلو اور جوں ہی تمہاری بیٹری ریچارج ہوجائے تو تم دیکھوگے کہ صبح نمودار ہوتے ہوتے تم اپنی توانائی کو دوبارہ مجتمع کرچکے ہو۔ اٹھترویں سورۃ کی نویں، دسویں اور گیارہویں آیتوں میں فرمایا: ''(انسانو...!) تمہاری نیند کو ہم نے تمہارے لئے سکون کا ذریعہ بنایا، (تاکہ تم اپنی کھوئی ہوئی انرجی کو ریسٹور کرسکو) اور (اِسی طرح) ہم نے رات کو بھی (مانندِ) لباس بنایا (تاکہ یہ تمہیں ڈھانپ لے)، نیز ہم نے دن کو (حصولِ) معاش کے لیے (دوڑ دھوپ کرنے کا ذریعہ) بنایا۔''

پھر ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے جسم کی ساخت کو کچھ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ہمارے بدن کو ''نیند'' کی اور اِس ''نیند'' کے ذریعہ توانائی کے ایک متناسب ڈوز کی مسلسل ضرورت رہتی ہے اور یہ سورج اور چاند، دن اور رات، سردی اور گرمی کے قدرتی سائیکل سے ہمارے جسم کے لیے آرام اور توانائی سے جوڑ دیا گیا ہے جس کی شکل ''نیند'' ہے۔ ہمارا جسم لازماً ایک مستقل جسمانی تپش لیے ہوئے ہوتا ہے۔ ایک صحت مند جسم کی تپش میں صفر اعشاریہ پانچ ڈگری سینٹی گریڈ کا تغیر آتا رہتا ہے۔ اِس تغیر کا کم از کم پانچ گھنٹوں اور زیادہ سے زیادہ اٹھارہ گھنٹوں میں رونما ہونا لازمی ہے۔ نیند کے احساس سے جسمانی تپش کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ جسم کی حرارت جب کم ہوجاتی ہے تو نیند کا احساس جاگتا ہے اور جب یہی تپش بڑھ جاتی ہے تو ہم نیند سے جاگ جاتے ہیں۔

اپنی آخری کتاب میں رب تعالیٰ نے رات اور دن، سونے اور جاگنے کے اس عمل کی وجہ بھی بیان فرمائی اور انسان کی عقلِ سلیم کو بھی اپیل کی کہ اس پروسس پر غور کرو کہ کس طرح تمہارا رب تم پر اپنی نعمتیں نچھاور کررہا ہے۔ اِن ہی نعمتوں کے درمیان، اِن ہی کے تعاون سے تم ایک خاص مخلوق بن کر محوِ سفر ہو اور تمہیں احساس ہو کہ نہ ہو، تم ایک مخصوص رفتار سے اپنی عمر اس دنیا میں پوری کررہے ہو۔ بچپن سے جوانی میں داخل ہوتے ہوئے تم بوڑھے ہوتے جارہے ہو۔ عمر کے اِس سفر میں رات اور دن، سورج اور چاند، نیند اور بیداری کے مراحل آرہے ہیں اور رفتہ رفتہ تم اپنی عمر کی

آخری منزل پر پہنچ کر رہو گے، جہاں ٹھہر کر تم سوچنے لگو گے کہ یہ سب کچھ کیا تھا، یہ سفر کیسا تھا۔ تب شاید تمہیں یہ احساس ہو جائے کہ یہ سارا سرکل دراصل تمہارے امتحان کے چلا اور اب تمہیں موت کے دروازے سے گزر کر اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اتنی ساری نعمتیں جو تم پر لٹائی گئیں، ان سے متمتع ہوکر دنیا میں گذارے گئے تمہارے شب وروز کا تمہیں اپنے مالک کو حساب دینا ہے۔

ہماری وارننگ کی خاطر اس پیکیج Package کا تذکرہ ہمارے رب تعالےٰ نے اپنی آخری کتاب کی چھٹی سورۃ کی ساٹھویں آیت میں پہلے ہی کر دیا تھا: ''اور وہی تو ہے جو بہ ساعتِ لیل، تم پر (بہ شکلِ نیند گویا) وفات (کی کیفیت) طاری کر دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ بہ ساعتِ دن، تم کن (مشقت طلب) مصروفیات میں سرگرمِ عمل رہے۔ (اِسی طرح اس عارضی موت کی کیفیت کو ختم کرتے ہوئے) پھر وہ (دوبارہ) تمہیں جلا اٹھاتا ہے، تاکہ (نیند اور بیداری کے اِس Cycle کے ذریعہ تمہاری عمر کا) مقررہ وقت پورا کرے، پھر تم (اپنی عمر کے اختتام پر) اسی کی (بارگاہ کی) طرف لوٹ جاؤ گے (جہاں) پھر وہ تمہیں مطلع کرے گا کہ (دنیاوی زندگی میں) تمہاری مصروفیات کیا رہیں۔''

ہم جانتے ہیں ایک انسان اپنی زندگی کا ایک تہائی حصہ حالت نیند میں گذارتا ہے۔ اس کا بقیہ دو تہائی وقت حالت بیداری میں گذرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سوال ضرور کھڑا ہوگا کہ عمل کے لیے اس محدود اور طے شدہ وقت میں اس نے اپنی ذات کو کن مقاصد کے حصول کے لیے مختص کر رکھا تھا! دنیا میں امن وشانتی پیش نظر تھی یا اسے جائے فتنہ بنانا مقصد رہا! لوگوں کی زندگیوں میں اندھیرے پھیلائے یا روشنی! اپنے وجود کو اُجالوں کا مرکز بنایا تھا یا اپنے غرور وتکبر، غصہ اور جذبۂ انتقام کا محور! کہیں اِس نے زمین کی صورت تو نہیں بگاڑ دی تھی! پھر اُسے سچ کے سوا کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو سکے گی کیوں کہ اُس کا ریکارڈ تیار رہے گا اور اسی ریکارڈ کی بنیاد پر حساب کے دن اُسے اپنے مالک کے سامنے ایک ایک لمحے میں سرزد شدہ دنیاوی کارناموں یا کرتوتوں کا حساب دینا ہوگا۔ چنانچہ نیند بھی جو ہمارے رب کی ایک بیش بہا نعمت ہے، اس کا حساب بھی دینا ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے ہر مرحلے میں ''نیند'' بڑا اہم رول ادا کرتی ہے۔ جیسے، انسان کی زندگی میں دھوپ اور چھاؤں، رنج اور غم، خوشی اور راحت کے لمحات آتے جاتے رہتے ہیں۔ دنیا میں انسان کی کوئی ایک حالت ہمیشہ نہیں رہتی۔ چاہے غم ہوں کہ لمحاتِ راحت۔ بعض اوقات کچھ

ایسے حادثات ہوجاتے ہیں، جوانسان کے لئے ناقابل برداشت دکھ اور غم کا باعث بنتے ہیں۔ان حالات میں انسان اپنے آپ کو بالکل بے سہارا محسوس کرتا ہے۔ مایوسی کے سمندر میں غرق رہتا ہے۔اس کا غم اس درجے بڑھ جاتا ہے کہ اسے اپنے وجود سے، اپنی ہی زندگی سے شدید بیزاری ہونے لگتی ہے۔غم اور غصے، افسوس اور دکھ میں وہ اتنا غرق ہوتا ہے کہ خود اُس کا جی چاہتا ہے کہ اپنا ہی نقصان کرڈالے۔ اپنی ہی زندگی اسے بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔اسکی قوّتِ برداشت جواب دینے لگتی ہے۔لیکن اسی حالت میں اُسے اگر نیند آجائے، تو اس کا قلب وذہن ایک ایسا آرام پاتا ہے کہ، جاگنے کے بعد اپنے رنج والم کا اُس کا احساس کسی درجہ کم ہونے لگتا ہے۔پھر اسی نیند اور بیداری کے سائیکل کی وجہ سے چند دنوں میں وہ دکھ اسکے لئے قابل برداشت ہوتا چلا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کی زندگی سے محو ہوجاتا ہے۔سائنس بھی نیند کو ایک نعمت کا درجہ دیتی ہے، جو نہ صرف انسان کے جسم اور بدن کی راحت کا سامان ہے، بلکہ اسکے پژمردہ جذبات اور احساسات کے لئے بھی قوت بن جاتی ہے۔ انسان کا ذہن اور اسکے حواس خمسہ، دورانِ بیداری پوری قوت اور Efficiency کے ساتھ کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ان حواس خمسہ کو بھی ایک خاص مقدار میں آرام کی ضرورت ہوتی ہے، جو نیند کے ذریعے ہی پوری ہوتی ہے۔

کم خوابی یا شب بیداری کا انسانی جسم اور دماغ پر بڑا شدید اثر ہوتا ہے۔ناکافی نیند کی وجہ سے بیداری کی حالت میں اعضاء کو دوگنی محنت کرنی ہوتی ہے۔ نیز انسان کی کارکردگی میں فرق آجاتا ہے۔اسکے دل اور دماغ کا باہمی تعلق ایک طرح سے ڈسٹرب ہوکر رہ جاتا ہے۔اس لئے اہم ترین معاملات میں وہ صحیح فیصلہ پرنہیں پہنچ پاتا اور اس طرح اپنا ہی نقصان کرلیتا ہے۔جو لوگ کم خوابی کے شکار رہیں اُن ہی سے نیند کی قدر وقیمت معلوم کی جاسکتی ہے۔جن لوگوں کو آسانی سے نیند آجاتی ہے، وہ اس عظیم نعمت کی قدر کیا جانیں! یہ ایک المیہ ہے کہ جب تک انسان کے پاس کوئی نعمت موجود رہتی ہے تب تک وہ اُس کی قدر وقیمت سے غافل رہتا ہے۔مگر جوں ہی یہ نعمت اُس سے چھن جاتی ہے تب اسے اسکی قدر وقیمت معلوم ہونے لگتی ہے۔ اسی لئے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ نہایت ہی اہم باتوں کی قدر کرنے کی ان الفاظ میں تعلیم دی ہے: ”حضرت عمرو بن میمون اودیؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو (یا قدر کرو)۔(۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، (۲) صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے، (۳) مالداری کو محتاجی سے پہلے،

(۴) فراغت وفرصت کو مشغولیت سے پہلے اور (۵) زندگی کو موت سے پہلے۔''

(مشکوٰۃ شریف. کِتَابُ الرِّقَاقِ. فصل دوم)۔

نینداور بیداری کی یہ عارضی گردش ختم ہوتے ہی، پھر موت کی ایک طویل نیند کے بعد جو بیداری ہونے والی ہے، وہاں سے ایک ایسی زندگی کی ابتداء ہوگی جس میں ہر فرد کو، دنیا میں گذری اپنی پہلی زندگی کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا، جس کے بارے میں نعمتِ نیند کی تخلیق کرنے والے نے اپنی آخری کتاب کی دوسری سورۃ کی دوسوا کاسّی ویں آیت میں فرمایا: ''اور خوف کھاؤ (جوابدہی کے) اُس دن سے جس دن بارگاہِ الٰہی میں تمہاری واپسی ہوگی، پھر ہر فردِ متنفس کو اُس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا اور کسی کو بھی ظلم کا ہدف نہیں بنایا جائے گا۔''

آنے والی اِسی طویل زندگی کی فکر کرتے ہوئے ایک باشعور انسان کو چاہیے کہ آج دنیا میں اپنے وجود سے انسانیت کو راحت پہنچائے۔ لوگوں کی زندگی سے مایوسی، ناامیدی اور جہالت کی تاریکیوں کو ہٹاکر، کتاب ہدایت کے نور کی ان تک ترسیل کرے۔ یہ زمین، جیسا کہ اوپر کہا گیا انسانوں کے لئے ایک گلستان کی مانند ہے۔ اس میں خرابی پیدا کرنا اوراس کی ویرانی کے درپے ہونا، اسے ڈسٹرب کرنا کیوں کر مناسب ہوسکتا ہے۔ بلکہ مناسب تو یہی کہ اسے سنوارنے اورنکھارنے کی فکر کی جائے۔ اپنی اُخروی زندگی کو کامیاب بنانے کے ضابطوں کو کتاب اللہ سے معلوم کیا جائے اور اپنے رب کی رضا کی جستجو کی جائے، تاکہ سدابہار آسودگیوں کا اپنے آپ کو حقدار بنایا جاسکے۔ ہمارے مالک نے اپنی الکتاب کی اٹھائیسویں سورۃ القصص کی تراسّیویں آیت میں ان ضابطوں کا تذکرہ فرمایا ہے: ''بیشک آخرت کا وہ سدابہار گھر، ہم نے اُن لوگوں کے لئے مختص کررکھا ہے، جو زمین میں فساد پھیلانا نہیں چاہتے۔ بیشک بہتر انجام تو اللہ سے ڈرڈر کر زندگی گذارنے والوں ہی کا ہونا ہے۔''

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم اِن وارننگوں سے درسِ عبرت حاصل کریں، تاکہ حالتِ بیداری میں عمل ممکن ہو! ایک خواب کی شکل میں اس مدت کو گذارنے سے یا صرف تمنائیں کرتے رہنے سے ہماری ابدی زندگی خطرے میں پڑسکتی ہے۔ کہیں ہمیں پچھتانا نہ پڑے کہ

نیند تو آئی مگر خواب کے تحفے نہ ملے
کھل گئی آنکھ تو پھر نیند کے لمحے نہ ملے

جنت کے اِن دو مسافروں نے زمین پر اپنے استقبال کے ساتھ جن جن نعمتوں کو موجود پایا

اُن کا تذکرہ نہ کسی قلم کے بس میں ہے نہ کسی ذہن کے احاطۂ سوچ میں سما سکتا ہے۔ پوری زندگی ختم ہو جائے گی اور ہم اِن نعمتوں کے ذکر کا اختتام کرنے سے قاصر ہی رہیں گے۔ اِس مقام پر ہمیں سورۂ اِبراہیم کی ترتالیسویں آیت پڑھے بغیر چارہ نہیں رہے گا، جس میں رب تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اور (آدم کے بیٹو! تمہارے رب نے) تمہارے لئے ہر وہ شئے فراہم کر رکھی ہے جس کی تمہاری فطرت سوالی ہو سکتی تھی اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو (تھک جاؤ گے لیکن اُس کی نا قابلِ تصور نعمتوں کا) شمار نہیں کر سکو گے۔ بلا شبہ (بڑا عجیب واقع ہوا ہے) اِنسان کہ ناشکری کی روش سے نقصان بھی اُٹھاتا ہے اور خود ہی ظالم بن جاتا ہے۔''

بہرکیف، جو فردوسی جوڑا جنت سے یہاں آیا تھا اُسے دوبارہ کامیاب ہو کر اپنے اصلی مقام کا حقدار اور اہل بننا ہے۔ آدم کے بیٹوں میں ہے کوئی اپنی کھوئی ہوئی متاع کی جستجو کا آرزومند؟

❁ ❁ ❁

سیکولرزم کی تباہ کاریاں اور اس سے بچنے کی تدابیر

از: (مولانا) حذیفہ وستانوی
استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، ندوربار

سیکولرزم، اصل میں لاطینی زبان کالفظ ہے، جس کا عربی میں ''**علمانية**'' اور اردو میں ''لادینیت'' ترجمہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے ایسے حیرت انگیز اور معجزانہ علمِ وحی سے مالا مال کیا تھا کہ جس کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بعثت مبارکہ سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام فتنوں سے امت کو باخبر کردیا تھا، تاکہ امت ضلالت اور گمراہی سے مکمل اجتناب کرے، الحاد اور بے دینی جو سیکولرزم کے نام سے اس وقت دنیا میں فتنہ برپا کیے ہوئے ہے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ روایت منطبق ہوتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''**دعاة علی ابواب جهنم من اجابهم اليها قذفوه فيها**'' یعنی ایک زمانہ میں امت پر ایسا وقت آئے گا جس میں شرپسندوں کے ٹولے جو جہنم کے دروازے پر کھڑے ہوں گے، انسانوں کو اور خاص کر مسلمانوں کو اس کی طرف بلائیں گے، جو ان کی بات تسلیم کرلے گا، وہ اسے اس میں یعنی جہنم میں جھونک دیں گے، قربان جائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر بیان پر، کتنے مختصر الفاظ میں کتنی عظیم خبر دی، لفظ ''دعاۃ'' کے ذریعہ بے دین ملحد، زندیق، سیکولر دین دشمنوں کی کثرت کی طرف اشارہ کیا، جس کا دنیا مدتوں سے مشاہدہ کررہی ہے، غالب گمان یہ ہے کہ اس حدیث سے اسی سیکولرزم کے داعیوں کی طرف اشارہ ہے، لہٰذا ہم سردست سیکولرزم کے بارے میں مختصر معلومات پیش کرنے جارہے ہیں، امید ہے کہ دل کے آنکھوں سے اس کا مطالعہ کرکے سیکولرزم کے فتنے سے اپنے آپ کو اور پورے معاشرہ کو بچانے کی فکر کریں گے، **اللهم وفقنا لما تحب وترضى واجعل آخرتنا خيرا من الاولىٰ**۔

سیکولرزم کیا ہے؟

سیکولرزم دراصل ایک ماسونی یہودی تحریک ہے، جس کا مقصد حقوقِ انسانی، مساوات،

آزادی، تحقیق وریسرچ، قانون دولی (International Low) اورتعلیم کے نام پر، دین کو زندگی کے تمام شعبہ جات حیات سے نکال دینا، اور مادیت کا گرویدہ بنا کر، روحانیت سے بے زار کردینا ہے، یہ کہہ کرکہ دین کی پیروی انسانی آزادی کے منافی ہے، لہٰذا سیاست اور دین، معیشت اور دین ومعاشرت اور دین یہ سب الگ الگ ہیں۔ دین، طبیعت اور فطرت کے خلاف ہے، لہٰذا کسی بھی دین کی پیروی درست نہیں، ان کی صورت حال ایسی ہی ہے، جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے:

و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول رایت المنافقین یصدون عنك صدودا۔ (سورۃ النساء: پ۵/۶۱) یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے آجاؤ اس چیز کے طرف جو اللہ نے نازل کی ہے (یعنی دین اسلام) اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی (تعلیمات) کی طرف (یعنی شریعت پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی طرف تو (اے مسلمان) تو دیکھے گا، منافقوں کو کہ وہ لوگوں کو آپ (یعنی شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کرنے سے روک رہے ہوں گے۔

یہاں قرآن کریم کا مضارع کا صیغہ ''یصدون'' لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک خاص نہیں بلکہ استمرار کے ساتھ ہر زمانہ میں ایسا ہوگا، اور پھر آگے ''صدودا'' کہہ کر اشارہ کیا کہ وہ اس پر مصر بھی ہوں گے۔

سیکولرزم کا آغاز کہاں اور کیسے

سیکولرزم دراصل یورپ کی پیداوار ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب اسلام نے آکر علم کے دروازے کھولے اور اسلام کا اثر ورسوخ مشرق سے نکل کر مغرب میں غرناطہ اور بوسنیا تک پہنچا، تو اہل مغرب کی آنکھیں کھلیں، اس لیے کہ سولہویں صدی عیسوی تک یورپ میں کنیسا اور چرچ کو مکمل اثر ورسوخ حاصل تھا، جب سترھویں صدی میں اہلِ یورپ نے مسلمانوں کی علمی آزادی اور ترقی کو دیکھا اور عیسائی پادریوں اور بادشاہوں کی تنگ نظری اور تعصب کو دیکھا اور اس کے نتیجہ میں علمی تحقیقات پر پابندی اور کوئی رائے پیش کرنے والے کو ظلم کا شکار ہوتے دیکھا تو انہیں ایسا محسوس ہوا کہ عیسائیت ہی دراصل ہماری ترقی کے لیے روڑا اور رکاوٹ ہے، لہٰذا سترھویں صدی میں اہلِ مغرب نے مذہب سے بے زاری کا اعلان کردیا، اور یہ پسِ پردہ دنیا کی خفیہ ترین تخریبی تحریک ماسونیت کی کارستانیوں اور سازشوں کا نتیجہ تھا، اس طرح جب ان سیکولرزم کے حاملین کو کامیابی ملی، تو انہوں نے اعلان کیا کہ ''اب عقل کو آزادی ہوگی اور مذہب کے قید وبند

سے انسان آزاد ہوگا اور طبیعت اور نیچریت کا بول بالا ہوگا‘‘۔

جب یورپ میں سیکولرزم کو غلبہ حاصل ہوا، تو اب وہ دنیا پر راج اور سلطنت کے خواب دیکھنے لگے، اس طرح انہوں نے مشرق کا رُخ کیا اور ۱۷۸۹ء میں مصر پر حملہ کیا اور انیسویں صدی کے آنے تک پورے مشرق کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، کچھ ناعاقبت اندیش، مادہ پرست مسلمانوں کو بھی اپنے چنگل میں لے لیا۔

مشرق ومغرب میں سیکولرزم کے علمبردار

سیکولرزم کو پھیلانے میں جن بدباطن اور کج فکر، لوگوں نے اہم رول اور کردار ادا کیا، ان میں سے، مغرب میں ڈارون جس نے تحقیق کے نام پر ’’نظریۂ ارتقاء‘‘ کی بنیاد ڈالی، جو دنیا کا سب سے بڑا فریب شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح فرائیڈ نے ’’نظریۂ جنسیت‘‘ پیش کیا، اسی طرح ڈارکایم نے ’’نظریۂ عقلیت‘‘ پیش کیا، جان پول سارتر نے ’’نظریۂ وجودیت‘‘ کی تحدید کی، پھر آدم اسمتھ نے ’’کیپٹل ازم‘ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ڈالی، کارل مارکس نے ’’کمیونزم‘‘ کی بنیاد ڈالی، جو پچھلے تمام مادی افکار کا نچوڑ اور خلاصہ تھا اور مشرق میں کمال اتاترک، طٰہٰ حسین، جمال عبدالناصر، انورسادات، علی پاشا، سرسید، چراغ علی، عنایت اللہ مشرقی، غلام پرویز، غلام قادیانی وغیرہ نے انہیں افکار کو مشرق میں عام کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور اب اسی کو گلوبلائیزیشن یعنی ’’عالمگیریت‘‘ کا نام دیدیا گیا ہے، دیکھنا اب کیا ہوتا ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

سیکولرزم کا ہدف

سیکولرزم کا اصل ہدف امتِ مسلمہ کو موجودہ دور میں اسلام سے بےزار کرکے، مادیت سے وابستہ کرنا ہے، تاکہ مغرب کی بالادستی، برابر اس پر باقی رہے، اس لیے کہ اسلامی فکر، اسلامی روحانیت اور اسلام سے وابستگی یہی مسلمانوں کی کامیابی اور بالادستی کی شاہِ کلید ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اپنی پوری توجہ، ایمان اور اس کے تقاضوں پر مرکوز کرنا چاہیے، نہ کہ مادیت کے مکروفریب کے جال میں پھنسنا۔ **اللھم انانسئلك العفو والعافية فى الدين و الدنيا و الاخرة۔**

سیکولرفکر رکھنے والوں کی اقسام وانواع

سیکولرزم سے متأثر افراد کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) پہلی قسم: ان کافر اور بے دین لوگوں کی، جو صراحۃً اور اعلانیۃً اسلام کا ہی نہیں، کسی دین کا انکار کرے، اگر وہ مسلمان ہو اور ایسی بات کرے تو مرتد شمار ہوگا۔

(۲) دوسری قسم: ان منافقوں کی، جو نام کے مسلمان ہو یعنی بظاہر اسلام کو تسلیم کرتے ہوں، مگر دل میں کفر کو چھپائے ہوئے ہوں، ان کا پورا میلان اندر سے اسلام مخالف، بلکہ اسلام دشمن نظریات کی جانب ہوں، اس وقت مسلم معاشرہ میں یہ لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں، چند نشانیوں سے ان کو پہچانا جاسکتا ہے، وہ نشانیاں یہ ہیں:

(الف) وہ اپنے آپ کو مصلحِ ملت، مفکرِ اسلام یا مجدد ٹھہراتے ہوں، حالاں کہ اسلام اور اسلام کی بنیادوں کو ڈھانے کی کوشش کررہے ہیں، ان کی حالت اسلامی تعلیمات اور مطالبات کے بالکل برعکس ہو، یہی لوگ اسلام اور مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

(ب) وہ یہ آواز لگاتے ہوں کہ اسلامی تعلیمات، عصرِ حاضر میں جاری کرنے کے قابل نہیں، اس لیے کہ (العیاذ باللہ) وہ فرسودہ ہیں، وہ قابلِ اعتبار نہیں، لہٰذا عالمی قانون کو مسلمان تسلیم کرلے، اس لیے کہ (العیاذ باللہ) وہی مسلمانوں کے لیے شریعتِ اسلامیہ کے مقابل زیادہ نفع بخش اور مفید ہے۔

(ج) وہ اباحیت پسندی کے شکار ہوں، حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے کے درپے ہوں، اور اس کو اپنے گناہ کی سنگینی کا احساس بھی نہ ہو۔

(د) دین پر عمل کرنے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اور دینی شعائر مثلاً، ڈاڑھی، ٹوپی، کرتہ وغیرہ کا مزاق اڑاتے ہوں اور دیندار کو کم عقل تصور کرتے ہوں۔

(ھ) اس کے فکری رجحان کی کوئی سمت متعین نہ ہو، جدھر کی ہوا ادھر کا رُخ، اس کی طبیعت ثانیہ ہو، مثلاً جب تک روس کو غلبہ تھا کمیونزم کے حامی، اور اب امریکہ کو غلبہ حاصل ہے، تو سرمایہ داریت اور جمہوریت کے شیدائی ہوں۔

(۳) تیسری قسم: ان مسلمانوں کی ہے، جو سیکولرزم اور جمہوریت، حقوقِ انسانی، آزادیٔ

نسواں، آزادیٔ رائے، دین اور سیاست میں تفریق جیسے اصطلاحات سے متأثر ہوں، جن کو آج کل مغربیت زدہ مسلمان، کہا جاتا ہے، یہ اسلام کو مانتے ضرور ہیں، اس کی حقیقت کے بھی قائل ہیں، مگر دینی علم سے دوری یا کمی کی وجہ ان خوشنما اصطلاحات سے متأثر ہوگئے ہوں۔

سیکولرزم کو عام کرنے کے اسالیب

اسلام دشمن طاقتوں نے خاص طور پر صہیونی، صلیبی اشتراک، جس کو ماسونیت بھی کہا جاسکتا ہے، سیکولرزم کو مسلمانوں میں عام کرنے کے مختلف طریقے اپنائے۔

(۱) الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ اسلام، یہ دورانحطاط کی کھوج ہے، اور اس کی تعلیمات، روایات قدیمہ کی حامل ہے، (العیاذ باللہ) مادی ترقی کے دور میں قابل عمل نہیں رہا، حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں، الحمد للہ! کسی بھی زمانہ میں انسان کی حقیقی ترقی، جس کو روحانی ترقی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، اس کا حامل اگر ہے تو یہی اسلام، اس لیے کہ انسان کی حقیقی ترقی یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو راضی کرلے، اور دنیا میں اس کا تقرب حاصل کرلے، قرآن کا اعلان ہے ''ان اکرمکم عنداللہ اتقکم'' (سورۃ الحجرات: پ۲۶، آیت ۱۳) تم میں سب سے زیادہ مکرم ومعزز و برگزیدہ اللہ رب العزت کے نزدیک وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو یعنی گناہوں سے اسی طرح لوگوں کو اور مخلوق کو تکلیف دینے سے مکمل اجتناب کرتا ہو، یہ ہے اصل ترقی کا زینہ۔

(۲) العیاذ باللہ یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ اسلام خونی مذہب ہے، یعنی اس کی تاریخ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے، حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، اگر تاریخ کا غائرانہ مطالعہ کریں، تو معلوم ہوگا کہ پچھلے سو سال میں جمہوریت اور سیکولرزم کے نام پر دنیا میں جتنا ظلم ہوا اور قتل وغارت گیری ہوئی، اسلام میں، اس کی ایک بھی نظیر نہیں ملتی، ایک سروے کے مطابق ''اوریا مقبول جان''، مشہور صحافی تحریر فرماتے ہیں کہ پچھلے سو سال میں تقریباً سترہ کروڑ انسانوں کو جمہوریت کے بھینٹ چڑھا دیا گیا، اس سے سولہویں صدی میں ریڈ اینڈیز کو سو ملین کی تعداد میں نئی دنیا کی دریافت کے نام بے قصور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، غرناطہ میں تیس لاکھ مسلمانوں کو صلیبیت کے نام پر قربان کردیا گیا، فلسطین میں لاکھوں مسلمانوں اور یہودیوں کو عیسائیوں نے بلا جرم قتل کردیا، جب کہ اسلامی تاریخ میں مسلمان امراء کی فراخ دلی، رعایا سے ہمدردی اور انصاف کوئی

پوشیدہ چیز نہیں، نیک مسلمان سلطانوں اور امراء نے تو ظلم کیا ہی نہیں، بل کہ فاسق وفاجروں بھی نے کیا بھی ہوگا، تو وہ اس ظلم کے سویں حصہ کیا، یا ہزارویں حصہ کے برابر بھی نہیں ہے، ہماری تاریخ خونی اور ظالمانہ نہیں، اگر ظالمانہ تاریخ ہے، تو تاریخ، انہی سیکولرزم کی نعرہ دینے والوں کی ہے، مگر اپنا عیب چھپانے کے لیے وہی اپنا قصور مسلمانوں پر تھوپ دیا **''فانتظروا انا معکم منتظرون''**۔ (سورۂ یونس: پ۱۱، آیت۳)

(۳) قرآن وحدیث کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ وہ ایک خاص جماعت اور نسل کے لیے نازل کیا گیا تھا، یا یہ کہنا کہ قرآن وحدیث کی، العیاذ باللہ کوئی حقیقت نہیں، وہ تو انسان ہی کا مرتب کردہ ہے، جب کہ حقائق اس کا صراحت کے ساتھ انکار کرتے ہیں، قرآن کا اعلان ہے **''کتاب اَنزلناہ الیک**۔ (سورۃ ابراہیم: پ۱۳، آیت۱) **و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ''** وغیرہ۔ (سورۃ النجم: پ۲۷، آیت۲،۳)

(۴) ایمان بالغیب کا انکار کرنا اور اس کا مزاق اڑانا اور یہ کہنا کہ نیچریت اور طبیعت اس کو تسلیم نہیں کرتی، اور اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ملائکہ، جن، جنت، دوزخ، حساب، برزخ، قدر، معراج، معجزات، انبیاء وغیرہ، یہ سب محض خرافات ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں، حالاں کہ قرآن نے پہلے پارے کے پہلے ہی رکوع میں متقی مسلمانوں کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا **''یؤمنون بالغیب''** (سورۃ البقرۃ: پ۱، آیت۳) وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس طرح نقل کو عقل پر ترجیح کے قائل ہیں۔

(۵) مسلمان معاشرہ میں موجود اخلاقی قدروں کو ملیا میٹ کرنا اور اباحیت پسندی کو فروغ دینا، تعلیمی نصاب میں ایسا مواد سمو دینا، جس سے ابناء قوم طفولیت ہی سے ایمان باللہ، ایمان بالقیامۃ سے محروم رہے، اور جنسیت، مادیت، فیشن پرستی کا دلدادہ ہو جائے، ماحول ایسا بنا دیا جائے کہ عشق بازی، حیاسوزی، نوجوانوں کی عادت بن جائے، ایسی ایسی فلمیں اور سیریلیں بنائی جائیں، جس میں مار پیٹ، لڑائی، جھگڑا، فتنہ، فساد، عشق ومحبت، بداخلاقی و بدکرداری کو فروغ حاصل ہو، حالاں کہ بداخلاقی، بدکرداری، عشق بازی، فتنہ فساد سے، تعلیمات اسلامیہ مکمل اجتناب کا درس دیتی ہیں۔

(۶) توحید کے مقابلہ میں روشن خیالی، مزعوم اعتدال پسندی کو جس کو دوسرے لفظوں میں Modernism کہا جاسکتا ہے، ہر طبقہ میں عام کرنے کی مکمل کوشش کی جارہی ہے، جو سراسر

اسلامی تعلیمات کے منافی اور معارض ہے۔

(۷) اسلام کے خلاف جاری فکری یلغار کوثقافت اور تبادلۂ ثقافت کا نام دیا جارہا ہے، تاکہ فکری یلغار کا احساس زندہ نہ ہو، اور مسلمان مِن وعَن مغربی ثقافت کو دلجمعی کے ساتھ قبول کرلے۔

(۸) بلادلیل و برہان اسلام کو ''دہشت گرد'' اور مسلمانوں کو متعصب اور ظالم، قاتل و سفاک اور بے رحم ثابت کیا جارہا ہے، تاکہ لوگ اسلام اور مسلمان سے متنفر رہے، اور اسلام کو فروغ حاصل نہ ہو۔

(۹) شراب، جوا، سود اور محرمات کو خوشنما اور نئے نئے ناموں سے مسلمانوں میں متعارف اور عام کیا جارہا ہے، تاکہ حلال وحرام کی تمیز باقی نہ رہے، اور مسلمان بے دھڑک اس کی خرید و فروخت اور استعمال میں مشغول ہوجائے۔

(۱۰) اسلام اور اس کی تعلیمات مثلاً حدود، تعزیرات وغیرہ اور اسلامی شخصیات، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، مجاہدین وغیرہ سے استہزاء اور ان کی زندگیوں کو توڑ مروڑ کر پیش کرکے مشکوک کرنا وغیرہ، اللہ ان ملعون حرکات کرنے والوں کو غارت کرے اور مسلمانوں کے دلوں کو اسلام، اسلامی شخصیات اور اس کی تعلیمات کی محبت سے لبریز کردے۔ آمین یارب العالمین!

(۱۱) مغربی باطل نظریات کو خوب عام کرنا، اور ہر ممکن یہ کوشش کرنا کہ ان باطل نظریات کے حاملین کو علم وتحقیق کے باب میں بلندترین مقام دینا، اور یہ کہنا کہ یہی لوگ حقیقت میں دنیائے علم وتحقیق کے درخشندہ ستارے ہیں اور انہوں نے دنیا پر بڑا احسان کیا، حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، کیوں کہ علم وتحقیق کے نام پر انہوں نے دنیا کو گمراہ کیا، مثلاً ڈارون، فرائیڈ، مارگولیتھ، کارل مارکس، آدم اسمیتھ، دورکایم، جان پول، وغیرہ یہ ائمہ ضلال تو ہوسکتے ہیں، مگر محسن نہیں ہوسکتے، **لعنة علیهم و الملائكة والناس اجمعين!**

سیکولرزم کے بارے میں شرعی فیصلہ

علمائے اسلام اور فقہاء عظام نے سیکولرزم کو ایک مستقل مذہب قرار دیا ہے، جس کو ''دہریت'' کہا جاسکتا ہے، لہٰذا وہ کفر صریح ہے، اور مسلمانوں کو اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، مسلمانوں میں سیکولرزم فکر کے ان حاملین کو منافقین کہا جائے گا، جو اسلامی تعلیمات کا انکار کرے،

سیکولرزم کو حق بجانب تصور کرے، اسلامی محرمات کو حلال گردانے۔

سیکولرزم کے دنیا پر اثرات

سیکولرزم نے سب سے زیادہ نقصان عالم اسلام کو پہنچایا، اس لیے کہ سیکولر فکر کے حاملین نے، جس میں کمال اتاترک جیسے لوگ شامل ہیں، خلافتِ اسلامیہ کے سقوط کے سبب بنے، اور عظیم دولت عثمانیہ اسلامیہ کو تقسیم در تقسیم سے دوچار کیا، یہاں تک کہ وہ پچاس حصوں میں تقسیم ہوگئی، اسرائیل کا ناپاک وجود اسلامی ریاستوں کے بیچ عمل میں آیا۔ دنیا میں فحاشی، بدکاری، اور ہر برائی کو پھیلانے کے راہیں ہموار ہوگئیں، اور پوری دنیا کو جمہوریت اور عالمگیریت کے نام پر جہنم کدہ بنادیا گیا۔

اسلام کے غلبہ کی راہیں کیسے ہموار ہوسکتی ہیں؟

ہم مسلمان، ہیں ہمارا دین، دین برحق ہے ہمارا رب اللہ ہے، جو قادر مطلق مالک الملک الہ واحد اور ذوالجود والکرم ہے اور ہمارے رسول خاتم النبیین سید المرسلین ہیں، اور ہماری تعلیمات ہر زمانہ میں انصاف امن وسلامتی کی ضامن ہیں، اسی کو حق ہے کہ وہ دنیا پر قیادت وسیاست کرے، مگر ہم نے اس کی قدر نہ کی ذلت ومسکنت کے شکار ہوئے، اب ہمیں کرامت اور غلبہ کیسے دوبارہ ہوسکتا ہے، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، تو آیئے ہم اسی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ایمان میں رسوخ پیدا کریں کیوں کہ قرآن کا اعلان ہے ”وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین“۔ (آل عمران:۱۳۹) تم ہی سربلند رہوگے اگر مؤمن رہو۔ مؤمن کس کو کہتے ہیں؟ دل وجان سے اسلام کو تسلیم کرکے، اس پر عمل کرنے اور اس پر سب کچھ قربان کردینے کا نام ہے ایمان اور مؤمن ہونا۔

(۲) کتاب اللہ اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہر حالت میں ہم مضبوطی کے ساتھ تھام لیں، یعنی ہمارا ہر قول اور ہر عمل قرآن وسنت کے منشاء کے مطابق ہوجائے، حدیث میں ہے ”ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا“۔

(۳) تقویٰ، یعنی ہر حالت میں اللہ سے ڈرنے لگ جائیں، اور ہر طرح کے منکر اور حرام سے مکمل اجتناب کریں، اور ہر فرض وسنت کو اپنی زندگی کا لازمی جزبنائیں۔

(۴) اسلامی تعلیمات کو خوب عام کریں، اور یقین رکھیں کہ کامیابی اسی پر عمل کرنے میں ہے نہ کہ کسی اور چیز میں۔

(۵) دعا کا التزام کریں، اپنے لیے پوری امت کے لیے، رو رو کر اللہ کے دربار میں دعائیں کریں، خاص طور پر یہ دعا کریں کہ اللہ امت کو منافقین کے شر سے نجات دے اور بچائے اور اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

(۶) غفلت سے بیدار ہو، اور دشمنوں کے مکروفریب سے اور ان کے سازشوں سے واقف ہوں اور اس سے بچنے کی تدابیر کریں، **اللھم اجعل کیدھم فی تضلیل**۔

(۷) اس وقت سب سے بڑی ضرورت اسلامی تعلیمات سے واقف ہونا ہے، لہٰذا اس جانب توجہ دیں، تاکہ حلال حرام کی تمیز ہوسکے، علماء سے اپنے مسائل میں رجوع کریں، اور اپنے بچوں کی اسلامی تربیت کی فکر کریں۔

(۸) ٹیلی ویژن کی نحوست سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو، کوسوں دور رکھیں، فلم، کھیل کود اور فضول چیزوں میں وقت صرف نہ کرکے اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔

اللہ ہماری ہر طرح کے شر سے حفاظت کرے اور ہر طاعت کے کرنے کی توفیق دے اور پوری امت کو اسلام سے وابستہ کردے۔ آمین یارب العالمین!

۞ ۞ ۞

انسانیت کا نجات دہندہ- رحمۃ للعالمین ﷺ یا رینڈ

از: ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی
۱۵- گاندھی روڈ، دہرہ دون

پرانا محاورہ ہے مگر اس کی سچائی ابدی ہے کہ سوپ بولے تو بولے چھلنی بھی بولے جس میں سو چھید۔ دنیا کی فسادی طاقتوں کے سرداروں کی اگوائی میں اسلام کی اصلاح کا کام جو 9/11 سے پہلے پردے کے پیچھے سے چلایا جا رہا تھا۔ اب مفسد اعظم بُش کے اعلانِ کروسیڈ کے بعد کھلم کھلا چلایا جا رہا ہے۔ بڑے بڑے ظالم سردار اعلانیہ کہہ رہے ہیں کہ دہشت گردی (اسلام) کے خلاف جنگ جتنی نظر آرہی ہے وہ اس سے بہت کم ہے جتنی کہ پردے کے پیچھے سے چلائی جارہی ہے؛ جس جنگ میں کوئی کسر چھوڑی نہیں جارہی ہے اور ہر لالچ اور ہر قسم کا خوف استعمال کیا جا رہا ہے جس کا نعرۂ جنگ ہی رعب اور خوف ہے۔ دنیا بھر کی فسادی طاقتوں نے اسلحے کی جنگ کے ساتھ نظریات کی جنگ بھی نہایت منظّم اور مربوط طریقے پر چھیڑ دی ہے اور اس جنگ کا نقشہ امریکہ کے شاطر دماغ، پالیسی سازوں کی انجمن رینڈ کارپوریشن (Rand Corporation) میں اپنی بہترین فوجی، سماجی، تحقیقاتی ماہرین کی مدد سے ترتیب دیا ہے۔ اس پلان کو بڑے مطالعہ اور تحقیق کے بعد عمل میں لایا جا رہا ہے۔ پلان میں بنیادی بات یہ بتائی گئی ہے کہ ”مسلم دنیا میں انتہا پسند؛ اسلام پسند کم ہیں“، مگر عالمی طور پر یہ لوگ منظّم اور مربوط ہیں۔ اس کے الٹا اسلام بیزار، بے عمل، بدعمل یہاں تک کہ بدعقیدہ مسلمانوں کی تعداد اکثریت میں ہیں مگر ان کو منظّم کرنے والا کوئی مرکز نہیں ہے جو ان کو عالمی پیمانے پر منظّم کرے۔ یہ کام اب مغرب یعنی یوروپ اور امریکہ کی قیادت میں کھلے طور پر کیا جائے گا اور اس کا نام ہوگا ”اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح“ اس پروگرام کے تحت مسلمانوں میں عقیدہ فکر و عمل کا فساد پھیلانے کا کام نہایت ہوشیاری سے اور شریعت کی اصطلاحات اور سیرت رسول ﷺ کو توڑ مروڑ کر کیا جائے گا، اس مہم میں تعلیم، اطلاعات، تفریح، تحقیق کو بنیادی اسلحہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ مسلم ممالک کے حکمرانوں، دانشوروں، علماء،

(دنیاپرست وایمان فروش) سیاست دانوں، میڈیا (مقامی وبین الاقوامی) کو بڑے پیمانے پر منظّم اورمربوط کیا گیا ہے۔ مختلف حیلوں حوالوں، ڈیلاگ، مکالمہ، رواداری تکثیریت کے نام پر) سے اس زمرہ کے مسلمانوں کو اکٹھا کیا جارہا ہے ان کا اعتبار سماج میں انعامات، القابات اور اعزازات کے ذریعے بنایا جارہا ہے اور سب کچھ اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد بن کر اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی خوشحالی وترقی کے نام پر کیا جارہا ہے۔ رینڈ کارپوریشن کی سفارشات میں اہم نکتہ مسلمانوں کے درمیان مسلکی اختلاف کو ہوا دینا بھی شامل ہے اور مسلمانوں کے درمیان ہر طرح کی تقسیم کو بڑھاوا دینا بھی شامل ہے۔ یہ جنگ فسادیوں کی مشینری کا ہر جزا لگ الگ مربوط ہوکر لڑرہا ہے۔ گوریلا جنگ؛ بلیک واٹر Black Water اور Zee Securty جیسی نیم پرائیویٹ تنظیموں کے ساتھ خاص طور پر خفیہ ایجنسیوں؛ سابق فوجیوں؛ رفاہی اداروں؛ تعلیمی اور تحقیقی اداروں؛ غریبوں کی ترقیاتی اسکیموں ہر ممکن طریقہ سے جو چوطرفہ ہلہ خالص اسلامی فکر پر بول دیا گیا ہے۔ آئندہ سطروں میں اس ذہنی، فکری تطہیر (برین واشنگ) کا مختصر جائزہ پیش ہے:

''اسلامی جزبہ چاہئے اسلامی ریاست نہیں'' کاسابلینکا مراکش سے مغرب کے پیادے فرماتے ہیں؛ اسلامی ریاست کی اصطلاح مبہم ہے۔ مغربی ممالک ہی نہیں بلکہ مسلم دنیا میں بھی نزاعی اور اختلافی بنی ہوئی ہے۔ بہت سے ماہرین الٰہیات کے خیال میں اسلامی ریاست کا تصور اسلامی اخلاقیات اور اسلامی اقدار کی راہ میں رُکاوٹ ہے۔ ایران کے معروف اسکالر عبدالکریم سروش کہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ میں شہری؛ سیاسی؛ مذہبی حقوق کو برقرار رکھنا کتنا مشکل ہے۔ یہاں تک کہ مصر میں اخوان المسلمین کی نئی شاخ کا بھی یہی موقف ہے کہ آج کی دنیا میں اسلامی ریاست کا تصور قابل عمل نہیں ہے۔ تیونس کے ایک مصنف اور دانشور محمد طالبی مسلم معاشروں پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ؛ اسلامی ریاست کے تصور کو خیرباد کہہ کر عالمی امت کی تشکیل کے لئے کام کریں جو ایک ایسی عالمی برادری ہو جو آزادی اور انصاف کی بنیادی اقدار کا احترام کرتی ہو۔ فرید اسحاق جو جنوبی افریقہ سے ہیں کہتے ہیں کہ اسلامی اِمامت قائم نہیں ہونی چاہئے۔ وہ ایک مختلف قسم کے اسلامی اثر کی تجویز پیش کرتے ہیں جسے عالمی امت کی شکل میں عملی صورت دی جاسکے۔ یہ امت اختلافات کو رواداری سے برداشت کرنے والی ہی نہیں ہوگی بلکہ بنی نوع انسانی کونسل اور مذہب سے بالاتر ایک مخصوص مقصد کے لئے بھی متحد کرے گی وہ مقصد ہے انصاف

(ائزابیل دانا۔ روزنامہ صحافت ۹/۱/۲۰۱۰ء)

''مرشدات کا انتہاپسندی کے خلاف اعلان جنگ'' کے عنوان سے کومن گراونڈ نیوز نے تجزیہ جاری کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ۲۰۰۳ء کے کاسبلانکا دھماکوں کے بعد مراکش؛ مصر اور ترکی نے مذہبی پیشواؤں کی صف میں عورتوں کو بھی شامل کردیا ہے۔ یہ خاتون مذہبی رہنما مرشدات کہلاتی ہیں۔ ان ملکوں کے یہ اقدامات عورتوں کے ساتھ رابطے کے ذریعے جمہوری اقدار کو فروغ دینے اور انتہاپسندی کا سدباب کرنے کی کوششوں کا حصہ ہے۔ اپنے خاندان؛ نوجوانوں اور بچوں میں ایک اعتدال پسند آواز ثابت ہوسکنے والی ان خواتین کو جوانی ہی میں روادار اور حقیقی اسلام سے روشناس کیا جاتا ہے۔ان میں سے ہر ملک میں موجودہ مساجد کے مذہبی امور اور قائدانہ ڈھانچے کی اصلاح کے طور پر مذہبی خواتین رہنماؤں کی تعیناتی کی جارہی ہے۔عورتوں کو مذہبی امور میں شامل کرنے کا یہ اقدام پالیسی میں قابل قدر تبدیلی اور مذہبی طبقے کو روشن خیال بنانے؛ ملکوں میں وسیع تر پیمانہ پر جدیدیت اور جمہوریت کو فروغ دینے کے رجحان اور انہیں جدید خطوط پر استوار کرنے کے رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔تربیت مکمل کرنے والی پچاس خواتین کو حال ہی میں قاہرہ؛ غزہ؛ اسکندریہ کے غریب نواحی علاقوں کی نوّے مساجد میں تعینات کیا گیا ہے۔ مسلسل جدوجہد اور کامیابیوں کے ذریعے مرشدات خواتین کے حقوق کے فروغ؛ ایک صحتمند اور روادار معاشرے کے فروغ اور ایک جمہوری مستقبل کے حصول میں برابر حصہ ڈال سکتی ہیں۔ موہاعناجی مراکش بحوالہ (ہمارا سماج دہلی ۲۰/۱/۲۰۱۰ء)

''جہاد کو مل رہی ہے مات'' کے عنوان سے امریکی، یہودی ملکیت کے رسالہ نیوز ویک کے ایڈیٹر فرید زکریا کا مضمون تمام اردو ہندی اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے دہشت گردی کو جہاد کے متبادل لفظ کے طور استعمال کرکے جامعۃ الازہر کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز الشیخ؛ دارالعلوم دیوبند کے دہشت گردی کے خلاف فتووں کو جہاد کے خلاف فتوی بتا کر عوام کو دھوکہ دینے کی مذموم کوشش کی ہے۔اردن؛ پاکستان؛ انڈونیشیا؛ لبنان اور بنگلہ دیش کے انتخابی نتائج پر خوشی کا اظہار کیا گیا ہے (ہندوستان دہلی ۱۶/۲/۲۰۱۰ء)

ملیشیائی وزیراعظم نجیب رزاق صاحب کا فرمانا ہے کہ اسلام کو صحیح طور پر سامنے لانے کیلئے اولین اقدام کے طور پر مساجد اور مدارس جیسے اہم ''ذرائع کو تزکیہ کے عمل'' سے گزارنا ہے۔ کیوں کہ انتہاپسندانہ اور غیر لچکدار رویہ یا رفتارِ زمانہ سے ہم آہنگی کے فقدان کی وجہ سے اسلام کی مسخ شدہ تصویر سامنے لاسکتے ہیں۔(روزنامہ ہمارا سماج، نئی دہلی ۲۴/۱/۲۰۱۰ء)

حال ہی میں دہلی میں منعقدہ مشرقی مذاہب کے درمیان مذاکرات میں بعض مقررین نے اکبر کے دین الٰہی کے ماڈل کو تکثیری معاشرے میں امن ومفاہمت کی بنیاد بتایا ہے۔ یہ بتانے والے کافی اہم عہدوں پر فائز ہیں۔

مندرجہ بالا آرا جیسے مسلم دنیا کی آواز بتانے کا تاثر باقاعدگی سے کیا جارہا ہے صرف نمونہ ہے اس میڈیائی حملہ کو جو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر دن رات جاری ہے۔ موٹے طور پر اگر اس فسادی ایجنڈے کا جائزہ لیں تو (۱) جمہوریت؛ (۲) آزادی؛ (۳) رواداری؛ (۴) عورتوں کی آزادی؛ (۵) خوشحالی اور (۶) تکثیریت اس کے اہم نکات ہیں۔ ان تمام امور پر ان فسادی طاقتوں کا خود کا ہی ریکارڈ دیکھا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ دراصل ان کی نیت کیا ہے؟ جمہوریت کے ٹھیکیدار دنیا میں سب سے زیادہ ظالم اور جابر حکمرانوں؛ شہنشاہوں؛ صدور اور ملٹری جنرلوں کے سرپرست رہے ہیں۔ آج بھی برما؛ چین؛ پاکستان؛ سعودی عرب؛ مصر؛ الجزائر؛ اردن وغیرہ کے تمام غیر جمہوری حکمران مغرب کے ڈارلنگ بنے ہوئے ہیں۔ انڈونیشیا؛ لبنان اور بنگلہ دیش میں اپنی مرضی کے حکمراں آگئے تو جمہوریت کی جیت بتائی جاتی ہے اگر ایران؛ فلسطین، ترکی؛ یوکرین میں نہیں آئے تو انہیں غیر جمہوری بتادیا۔ ہیتی اور ہیوگوشاویز کے ملک میں نہیں آئے تو غیر جمہوری ہوگئے۔ مسلم ممالک میں اسلام پسند گروہوں سے کہا جاتا ہے کہ آپ پرامن طریقے سے منتخب ہوکر اقتدار میں آئیں، بیلٹ سے آئیں بلٹ سے نہیں مگر جب وہ بیچارے اس طریقے سے بھی جیت کر آج سے ۲۰ سال پہلے الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ کے تحت پورے ملک میں الیکشن جیت رہے تھے تو وہاں مغرب کے چمچوں نے ملٹری کے ذریعے بغاوت کرادی اور ملٹری کی حکمرانی مغرب کی سرپرستی میں ۲۰ سال سے جاری ہے۔ اس کے بعد فلسطین میں حماس کی جیت جوکہ مغرب کی تمام سازشوں اور پروپیگنڈوں کے باوجود ہوئی تھی کو بھی مغرب نے نامنظور کردیا کیوں؟ جبکہ حماس جمہوریت؛ رواداری؛ تکثیریت پر عمل کرتے ہوئے ہر طرح سے جھک کر مغرب نواز الفتح کے ساتھ مشترکہ حکومت بنانے کے لئے بھی تیار تھی مگر مغرب کی منافقت دیکھیں کہ اکثریتی پارٹی کو چھوڑ کر الفتح گروپ کو دنیا بھر میں فلسطین کا نمائندہ بنادیا گیا ہے۔ جمہوریت کا اس سے بھیانک قتل اور کیا ہوسکتا ہے کہ عوام ووٹ کسی کو دیں اور مغرب اور امریکہ اور اسرائیل طے کریں کہ حکومت کون کرے گا؟ جمہوریت کا ایک پہلو یہ بھی سامنے رہے کہ ووٹروں پر اثر انداز ہونے کے لئے سرمایہ دار کس طرح دنیا بھر میں عوامی نمائندوں کو خرید کر اپنی من مانی؛ پالیسیاں

بنوا رہے ہیں۔ حالیہ امریکہ کے صدارتی انتخاب میں ۴۵ ارب ڈالر خرچ ہوئے یہ کس کی جیب سے آئے؟ کیا ان ڈالروں کے گفٹ کرنے والے اس کے بدلہ صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ ہتھیار لابی؛ پٹرول لابی؛ تمبا کو لابی؛ کار لابی؛ ہوائی جہاز صنعت کی لابی؛ یہودی لابی سب اربوں ڈالر سے مدد کرکے آنے والے نمائندوں کو خرید لیتے ہیں۔ ان کے لئے جھوٹے، گمراہ کن پروپیگنڈے کراتے ہیں۔ ہمارے ملک کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے پر فخر ہے۔ یہاں لوگ سبھا میں دن بہ دن ارب پتی اور کروڑ پتی ایم پی کی تعداد کیوں بڑھ رہی ہے؟ غریبی: مہنگائی: فرقہ پرستی؛ سرمایہ داری کے خلاف جیت کر آنے والے نمائندے سرمایہ داروں اور فرقہ پرستوں کی حمایت کرکے منتری بن جاتے ہیں اور ووٹر جو جمہوریت کا بادشاہ کہلاتا ہے بیوقوف بنا دیکھتا رہتا ہے۔ اوّل تو جمہوریت جیسی ناقص اور ادھوری ہے، دوسرے اس ناقص اور ادھوری جمہوریت کو بھی ڈائیلاگ اور مذاکرات کا راگ الاپنے والے دنیا کی فسادی طاقتیں مسلم ممالک میں اس کو نہیں رائج ہونے دینا چاہتی۔ انہیں جمہوریت وہی قابل قبول ہے جو ان سرداروں کی مرضی کے مطابق ہو اور اگر نہیں ہے تو ان نتائج کو ماننے سے ہی انکار کردیتے ہیں۔ یہی حال آزادی کے دعوے کا ہے۔ آزادی صرف جنسی بے راہ روی؛ ننگا پن؛ زنا کی ہے۔ جوا؛ سٹہ؛ اغلام بازی؛ شراب نوشی؛ اور ہم جنسی کی ہے ورنہ یہ آزادی کتنی گہری ہے سب کو معلوم ہے۔ 9/11 کے بعد سے ساری دنیا میں خصوصاً آزادی کے علمبرداروں نے جو ملک کی سلامتی کے قوانین بنائے ہیں اس کے بعد آزادی کا نام لینا بھی ان ممالک کی انتہائی بے شرمی کی دلیل ہے۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ سماج کے تحفظ کے لئے کچھ نہ کچھ آزادی کی قربانی دینا ضروری ہے اور ان کی عوام اس مطالبہ کو مان بھی رہی ہے۔ اب مغربی؛ امریکی اور ان کے غلام ممالک کے عوام کی زندگی میں کچھ بھی ذاتی نہیں ہے۔ فون؛ ای میل؛ انٹرنیٹ؛ سی سی ٹی وی؛ ہر ذریعہ سے عوام پر نگاہ رکھی جارہی ہے۔ وہ ہر وقت سرکار کی نظروں میں ہے۔ عبادت گاہوں میں بھی آزادی نہیں باقی رہی۔ ہوائی اڈوں پر تلاشی کے نام پر بالکل ننگا کردیا جاتا ہے؛ نئی مشینیں لگا دی گئی ہیں جن سے تلاشی لی جاتی ہے تو انسان کے تمام اندرونی اعضاء کی تصویر اسکرین پر نظر آتی ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ ہاں آزادی ہے حضور ﷺ کے کارٹون بنانے کی؛ قرآن پاک کو کموڈ میں بہانے کی؛ عورتوں کی ننگی پیٹھوں پر قرآنی آیات لکھنے کی؛ اللہ کا پاک نام جوتوں کی ایڑیوں اور تلوں پر ڈیزائن کرنے کی؛ ننگا رہنے کی اور ننگا کرنے کی آزادی ہے مگر کپڑا پہننے پر پابندی ہے؛ سر ڈھانکنے پر پابندی ہے۔

صاف کہا جارہا ہے کہ اگر سر ڈھانکنا ہے تو ملک چھوڑ دو بغیر برقع کے فوٹو شناختی کارڈ پر نہیں لگوا سکتے تو الیکشن میں حصہ مت لو؛ حجاب پہن کر اسکول؛ بس؛ پارک؛ اسپتال میں نہیں آسکتے کیا یہی ہے آزادی؟ ایک اور آزادی کی بات آتی ہے وہ ہے خیالات وافکار کی آزادی۔ باقی آزادی کی طرح اس آزادی میں بھی وہی دوہرے پیمانہ اپنائے جاتے ہیں جب آزادی افکار سے مغرب کا نقصان ہورہا ہو اس آزادی کو کسی نہ کسی نام سے اس کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے جس کی سیکڑوں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ رواداری کا راگ الاپنے والے اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں وہ کیتھولک اور پروٹسٹینٹ فرقوں کی خوں ریز تاریخ میں موجود ہیں۔ وہ اسپین کی مسلم کش تاریخ موجود ہے، وہ ہندوستان کی آزادی کے بعد کی تاریخ میں یک طرفہ مسلم دشمن فرقہ وارانہ فسادات کی شکل میں موجود ہے اور اس بات میں بھی موجود ہے کہ اسپین اور ہندوستان دونوں مقامات پر مسلمانوں نے کم وبیش ۸۰۰ سال حکومت کی اس کے باوجود دونوں ممالک میں وہ اقلیت میں ہی ہیں بلکہ اسپین میں تو جب عیسائیوں کو حکومت ہوئی تو انھوں نے اسلام کا نام لینے والا بھی نہیں چھوڑا۔ مسلمانوں کی مذہبی رواداری اور تحمل کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عرب ممالک میں اس وقت ۱۴۳۱ سال کے مسلمان غلبہ کے باوجود آج عیسائیوں کی تعداد 1.5 کروڑ سے زیادہ ہے۔ لبنان میں ان کی تعداد لگ بھگ کل آبادی کا 50 فیصد ہے۔ مسلمانوں نے نہ ان کے گرجا توڑے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کارٹون بنائے نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور نہ حضرت داؤدؑ کو نعوذ باللہ زنا میں ملوث بتایا۔ مسلمانوں نے یہ شری کرشن کے نہ شری رام کے نہ مہاتما بدھ کے کارٹون بنائے۔ مسلمانوں نے نہ کوئی رنگیلا... ''کتاب لکھی''، جس طرح ہندوستان میں ۸۰۰ سال حکومت کے بعد بھی جبکہ ان کے ایک ہی بادشاہ پر الزام ہے کہ وہ 50 سال تک روزانہ 50 سیر جنیو دیکھنے کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے۔ پھر بھی اس کے بعد بھی مسلمان کل آبادی کا 20 فیصدی تک ہی رہے۔ اسلام میں مذہبی خوداختیاری کا حق اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ازل سے عطا کیا ہے یہی اس کا امتحان ہے۔ اسلام میں باربار اس بات کی تاکید ہے کہ دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے کہ انسان اپنے اختیار سے چاہے تو اللہ کا شکر اور فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرے اور چاہے تو کفر اور اللہ سے بغاوت کا راستہ اختیار کرے کیوں کہ اگر جبر؛ طاقت یا لالچ سے ایمان قبول بھی کرلے تو وہ دل سے ایمان نہ لانے کی وجہ سے قابل

قبول بھی نہیں ہوگا۔ اسلام کی پوری تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے: انڈونیشیا؛ ایران؛ افغانستان؛ سینٹرل ایشیا؛ کشمیر؛ کیرل ہر جگہ مسلمان تلوار کے ساتھ نہیں گئے پھر بھی یہ علاقے پورے کے پورے اسلامی علاقوں میں تبدیل ہوگئے۔ آج رواداری کے نام پر یہ چاہا جارہا ہے کہ اسلام کی دعوت جیسی وہ ہے نہ دی جائے۔ اسلام کا صاف اعلان ہے کہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام اور اب قیامت تک دنیا کے تمام انسانوں کے لئے راہ ہدایت اب قیامت تک صرف اسلام ہی ہے۔ رواداری کے مبلغین چاہتے ہیں کہ اسلام اس بات سے انکار کردے اور اس بات پر راضی ہوجائے کہ ''تم بھی ٹھیک ہم بھی ٹھیک''۔ اسلام دراصل دین نصیحت اور خیر خواہی ہے اب اگر مسلمان اپنے عقیدے کے تحت یہ یقین رکھتا ہے کہ ہمارا دوست؛ پڑوسی؛ ہم سفر جس راستے پر جارہا ہے وہ دنیا میں فتنہ اور فساد کا ہے اور آخرت میں آگ اور جہنم کا تو آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ آگ اور جہنم کی طرف جاتے ہوئے اس اللہ کی مخلوق کو دنیا میں امن اور عدل و آخرت میں جنت اور اللہ کی رضا کی طرف نہ بلائے تاکہ لوگوں کو برا نہ لگے تو کیا یہ انسانیت کے حق میں خیر خواہی ہوگی۔ دراصل اختلافِ رائے کی آزادی اور رواداری کے سلسلے میں اسلام کا رویہ ایک صحت مند بحث کا ہے جیسے آج کاروباری دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک صابن بنانے والی کمپنی یہ کہتی ہے کہ میرا صابن سب سے اچھا ہے اور صابن بنانے والی ساری کمپنیاں یہی کہتی ہیں مگر اسے اس سے کوئی جھگڑا نہیں ہوتا ہے۔ ہر کمپنی کے مال کو عوام استعمال کرتے ہیں اور اپنے تجربہ کی بنیاد پر کمپنیوں کے دعوؤں کو جانچتی ہے اور اپنی پسند کی کمپنی کا مال خریدتی ہے ٹھیک اسی طرح ہونا یہ چاہئے کہ دنیا میں کامیابی کی طرف رہنمائی کا دعویٰ کرنے والے ہر مذہب کو اس بات کی کھلی آزادی ہو کہ وہ اپنی بات بالکل صاف طریقے سے عوام کے سامنے رکھے۔ آج یہ ہو رہا ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے قائدین اپنے مذاہب کی دلیل کی کمزوریوں سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک صحت مند مقابلہ میں وہ اسلام کے سامنے ٹک نہیں سکتے اس لئے وہ سیکڑوں سالوں سے اسلام کے خلاف جھوٹ اور شرارت آمیز پروپیگنڈہ مہم چھیڑے ہوئے ہیں اور طرح طرح کی سازشیں؛ عیاریاں؛ مکاریاں کرکے اسلام کے چہرے کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ اب انھوں نے پہلو بدل کر یہ نیا دواؤ چلایا ہے کہ دراصل اس وقت دنیا میں خرابی؛ بدامنی اور کشمکش کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ وہی صحیح ہے تو اب اسلام سے یہ مطالبہ ہے کہ آپ یہ نہ کہیں بلکہ یہ کہیں کہ سب صحیح ہیں جو چاہے اپنا لو ''میرا صابن بھی اچھا تمہارا صابن بھی اچھا''۔ جو نسخہ رواداری؛ مکالمہ؛ جمہوریت کا

رینڈ کارپوریشن نے تیار کیا ہے کیا وہ نسخہ مغرب پچھلے ۳۰۰ سالوں سے خود نہیں استعمال کررہا ہے؟ اگر آج برق و بخارات اور ایٹم کی تجلیات مغرب کی ترقی کی نشانیاں ہیں تو آج نیشنلزم کے نام پر گاؤں گاؤں بہنے والا خون کس کے کھاتہ میں جائے گا۔ آج اسلحہ کی بے لگام دوڑ؛ مہنگائی؛ بھکمری؛ خشک سالی؛ ماحولیاتی حرارت؛ بن ماں باپ کے بچے؛ بڑھتے ذہنی و دماغی مریض؛ مسلح جنگیں کس کے کھاتہ میں جائیں گی۔ ان تمام برائیوں کے لئے اصل ذمہ دار تو مغربی؛ مادی فلسفہ اور فکر ہے۔ اسلام کے اوپر یہ ذمہ داری کیسے عاید ہوتی ہے کہ وہ اس کے بارے میں صفائی دے۔ رواداری منافقت کی ابتدائی منزل ہے جبکہ اسلام نے عقیدے کی خودمختاری اور خود اختیاری کی آزادی دی ہے۔ نبی اور اس کی امت تمام انسانوں کو صرف حق کی طرف بلاتے ہیں قبول حق کے لئے جبر نہیں کرتے۔ اسلام میں انسانوں کے درمیان آپسی تعلقات کی بنیاد اللہ کا بندہ اور آدم کی اولاد ہونے کی مشترک پر بنائی ہے۔ شریعت میں غیر مسلموں کے حقوق انتہائی تفصیل سے بتائے گئے ہیں اور اس میں ظلم کا شائبہ تک نہیں ہے مگر مسلمان رواداری کے نام پر انسانوں تک ان کے رب کا پیغام پہنچانے سے باز نہیں آسکتا اگر چہ یہ ان کو برا بھی لگے۔ دکھاوے کی رواداری میں ایک غیر مسلم مسجد میں آتا ہے؛ درگاہ جاتا ہے؛ روزہ بھی رکھ لیتا ہے پھر وہ مسلمان سے توقع کرتا ہے کہ وہ بھی جواب میں رواداری دکھائے؛ مندر جائے؛ ماتھا ٹیکے؛ درشن کرے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو اسے کہا جاتا ہے تم تو کٹر ہو تو پھر سوچیے کہ رواداری کتنے قدم چلی؟ اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کا اسوہ ہمارے لئے نمونہ ہے۔ آپ ﷺ یہودی خادم کی عیادت کیلئے گئے اس کے لئے دعا کی مگر ساتھ ہی اسے عین مرض وفات میں اسے اسلام کی دعوت دی اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا، والد کا اشارہ پاتے ہی اس نے اسلام قبول کرلیا۔ غور کریں کہ اس لڑکے کے حق میں کیا رویہ بہتر تھا۔ حضور کا یا آج کے ہمارے دانشوروں کا کہ وہ رواداری کی کانفرنسوں میں اسپین کے ہوٹل میں غیر مسلم مہمانوں کے سور کے گوشت کی بنی ہوئی ۵۰ سے زیادہ اقسام سے تواضع کرنے والوں کا؟ اگر امت مسلمہ جو آخری نبی کے ماننے والی امت ہے وہ آپ کے ذریعے آخری حج میں کی گئی آخری وصیت (تم میں جو حاضر ہیں وہ غائب لوگوں تک پہنچادیں) پر عمل نہیں کرتی تو کل حوض کوثر پر اور آج دنیا میں ذلیل ہی ہوگی اور ہو رہی ہے۔

جہاں تک بات مسلح شورشوں اور تصادموں کی ہے یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ اس کے پیچھے یہی ہتھیاروں کے تاجر اور تیل و سونے کے لالچی ہیں جو دوسروں کو دہشت گرد بتا رہے

ہیں۔ گستاپو؛ خاد؛ موساد؛ CIA؛ ہارکیری گروپ؛ مجاہدین خلق؛ مجاہدین افغانستان؛ شمالی اتحاد؛ جنداللہ؛ فتح اللہ؛ پی کے کے؛ اور یہاں تک کہ حماس بھی ان سب کے پیچھے اصل رنگ ماسٹر کون رہے ہیں۔ حالی میں جنداللہ کا لیڈر عبدالمالک ریگی کو پکڑا گیا۔ وہ دو دن پہلے ہی افغانستان کے ایک امریکی اڈے پر تھا اور وہاں سے خلیج ہوتے ہوئے ازبکستان جاتے ہوئے ایرانی حکاموں کے ہاتھوں پکڑا گیا۔ امریکہ؛ ترکی اور ایران کے مسلح کرد باغیوں کو ہر طرح سے مدد دے رہا ہے۔ ایران کے مجاہدین خلق کو اس نے دہشت گردوں کی لسٹ سے نکال کر مسلح کرنا شروع کردیا ہے۔ لبنان میں وہ حزب اللہ کے مقابلہ سنی مسلمانوں فتح اللہ کے نام پر مدد دے رہا ہے۔ خود ہمارے ملک ہندستان میں دو دہائیوں پہلے چلنے والی سکھ دہشت پسندی کو کنیڈا اور انگلینڈ کے راستہ امریکہ نے ہی پروان چڑھایا تھا۔ چین میں سینکیاگ کے مسلمانوں کو ربیعہ قدیر کی سرپرستی میں بغاوت پر آمادہ کرر ہا ہے۔ وسطی ایشیا میں روس کے پڑوسی مسلم ریاستوں میں جمہوریت کے قیام کے نام پر کروڑوں ڈالر و خفیہ ایجنسیوں کو جھونک دیا گیا ہے۔ ہندوستان میں 26/11 اور اس سے پہلے کے حملوں میں کین ہے ووڈ؛ ہیڈلی جیسے لوگوں کے نام آئے ہیں۔ گجرات فسادات میں استعمال ہونے والا انتہائی تیزی کے ساتھ جلنے والا مواد اور لاشوں کو گلانے والا کیمیکل اسرائیل کا ہی سپلائی کیا ہوا تھا۔ فروری ماہ میں دہرہ دون میں ایک اسرائیلی کو سیٹلائٹ فون کے ساتھ ممنوعہ علاقہ میں بغیر اجازت کے گرفتار کیا گیا۔ دہلی ہوائی اڈے کے پاس ریڈیسن ہوٹل سے دو مشکوک برطانوی شہریوں کو انتہائی حساس رڈار کیمرے اور آواز ریکارڈ کرنے کے آلات سمیت گرفتار کیا گیا اور شام تک انہیں چھوڑ دیا گیا یہ بتانے پر کہ وہ یہاں چڑیوں کی حرکات وسکنات وآواز کا مشاہدہ وریکارڈ بنارہے تھے۔ جب کہ حقیقت یہ تھی کہ وہ چار دن کے لئے ہندوستان آئے تھے جس میں سے دو دن تو وہ ہوٹل کے کمروں اور ہوٹل کی چھت کے علاوہ کہیں نہیں گئے تو وہاں سے وہ کون سی چڑیوں کا مشاہدہ کررہے تھے۔ یہ تو انتہائی مختصر ریکارڈ ہے امن کے ان دشمنوں کا جو آج امن کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں ان کے مکروہ عزائم کے بارے میں ممتاز صحافی؛ سنتوش بھارتیہ نے لکھا ہے کہ موساد اور سی آئی اے نے مل کر بھارت میں ۲۳۰ ملین ڈالر کے بجٹ کا خفیہ پلان تیار کیا ہے جس میں ہندوستان کے ۳۲ انصاف پسند مسلم دوست؛ غیر مسلم دانشوروں؛ صحافیوں؛ ججوں کے خلاف کردار کشی؛ کرپشن اور دیگر جرائم میں پھنسا کر جھوٹے اسٹنگ آپریشن کرائے جانے ہیں (راشٹریہ سہارا دہلی ۱۶/۱/۲۰۱۰ء) نوجوان نسلوں کو ذہنی اور فکری طور سے برباد کرنے کے لئے

بین الاقوامی طور پر ادبی؛ صحافتی؛ تعلیمی؛ تفریحی سرگرمیاں منعقد کی جارہی ہیں۔ مئی ۲۰۰۹ء میں خلیج میں ایشیا کے بہت سے مسلم اکثریتی ممالک وغیر اکثریتی ممالک کے طلباء کی ڈنمارک کے ایک ٹیچر کی رہنمائی اور اقوام متحدہ کے تعاون سے سہ روزہ معلوماتی پروگرام رکھا گیا جس کے آخر میں تمام شریک لڑکے لڑکیوں اور ان کے ساتھ گئے ٹیچرس کا مشترکہ میوزک؛ ڈانس؛ شراب اور کھانے کا لازمی پروگرام ہوا۔ امریکہ کی فورڈ فاؤنڈیشن مسلم مسائل کے عنوان سے جرمنی؛ امریکہ؛ پاکستان و دیگر جنوبی ایشیائی ممالک کے ریسرچ اسکالروں کے سیمینار کراتی رہی ہے اور ان میں مسلمانوں کے ہی مسائل پر بحث ہوتی ہے مگران کے نگراں سب امریکہ نواز اپنے آقا کی مرضی کا خیال رکھنے والے مسلم اور غیر مسلم اساتذہ ہی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بی بی سی خصوصاً اردو بی بی سی اور الحرہ عربی چینل اس کے ساتھ ساتھ مسلم ممالک کے مقامی میڈیا کو خرید کر منظّم طریقے سے نئی نسل کو بہت ہمدردی کی آڑ میں اسلام سے بیزار کرتے ہوئے ملت اسلام میں انتشار اور فساد پھیلایا جارہا ہے۔ ہمیں یہ بات بہت وثوق کے ساتھ ذہن میں بٹھالینی ہوگی کہ فسادی طاقتیں دنیا میں فساد وانتشار پھیلا کر اپنے مذموم مقاصد پورا کرنا چاہتی ہیں۔ وہ ایک اِشو اچھال کر اپنے غلام میڈیا کے ذریعے ایک مسلم اور اسلام مخالف ماحول بناتی ہیں مثلاً اسلامی دہشت گردی؛ مسلم بنیاد پرستی؛ اسلامی مذہبی زبردستی؛ اسلام میں عورتوں کے حقوق کی پامالی؛ جہاد اور پھر پوری امت اس کی صفائی دینے میں جٹ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ صفائی دیتے دیتے اسلامی تعلیمات کا ہی حلیہ بگاڑ دیتی ہیں اس کے نتیجے میں عرب ممالک اور اسلامک ممالک میں دینیات کے کورس میں سے جہاد؛ یہودیوں؛ مشرکوں سے متعلق آیات کے سبق دینے بند کردیئے گئے ہیں۔ دنیا بھر میں جہاد جیسے فریضہ کو بدنام کرکے اسے دہشت گردی بتادیا گیا ہے۔ اسلامی مدارس ومکاتب کے کورس ونصاب میں تبدیلی کرکے اس میں آخرت پسندی کے بجائے دنیا پرستی کے عنصر کو لگاتار بڑھایا جارہا ہے۔ برقعہ اوڑھنے والی خواتین؛ داڑھی رکھنے والے نوجوان دہشت گردی کے علامت بنادیئے گئے ہیں۔ ہندوستان میں بھی یہ مہم مناکشی پورم میں بڑے پیمانہ پر ہونے والے قبولِ اسلام سے گھبرا کر ایک سلسلہ مسلم دشمن اِشوز کو اچھالنے کا چلا جس میں دھرم پریورتن؛ مسلم تشٹیکرن؛ ایک کامن لاء؛ بابری مسجد چھوڑو؛ ایک نہیں تو تین ہزار؛ وندے ماترم کہنا ہوگا وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ ہم سے ہمارے دانشوروں اور ہندوتو کے سرداروں نے کہا کہ آپ بابری مسجد چھوڑ دو؛ مسلم پرسنل لاء چھوڑ دو؛ اردو چھوڑ دو؛ وندے ماترم پڑھنے لگو تو پھر کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ حالانکہ وہ ایک پلان کے

تحت ایک کے بعد ایک ایشو پر آپ سے تو رعایت لیتے رہے مگر خود کچھ نہیں چھوڑا۔ مسلم دشمن؛ اسلام دشمن پروپیگنڈا اب دہشت گردی؛ بنیاد پرستی؛ جہاد؛ عدم رواداری کے نام پر جاری ہے۔ ہم پیچھے ہٹتے جارہے ہیں وہ آگے بڑھتے جارہے ہیں۔

خواتین کے تعلق سے انکا ایجنڈا خصوصاً لاگو کیا جارہا ہے کیوں کہ ہمارے یہاں خواتین کی دینی اور دنیاوی دونوں ہی تعلیم کم رہی ہے۔ ابھی حال میں دنیاوی تعلیم بڑھنے کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے رشتہ بہت کمزور ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ موقع ملنے پر مسلم خواتین میں ردِّعمل کی نفسیات سے مغلوب ہوکر فسادیوں کے لئے نرم چارہ بن گئی ہیں۔ شریعت میں خواتین ومردوں کی جسمانی اور نفسیاتی بناوٹ کے لحاظ سے ان کے لئے جو دائرہ عمل رکھا ہے وہ ہی انسانیت کے لئے بہترین راہ ہے مگر شیطان کے مغربی ایجنٹوں اوران کے مشرقی غلاموں میں اس منصفانہ تقسیم کو ہی نشانہ بناکر خواتین کے ذہنوں میں یہ فکر پیدا کردی کہ اسلام خواتین کو برابری کا مقام نہیں دیتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ فرانسیسی انقلاب کے بعد سے اب تک ۳۰۰ سالوں میں عورتوں کی آزادی اور برابری کے نام پر جو کچھ حاصل کیا گیا ہے اور جو کچھ کھویا گیا ہے وہ خواتین کی ترقی کی حقیقت کو کھول کررکھ دیتا ہے۔ خواتین کو ۱۲ گھنٹے کے بجائے ۲۴ گھنٹے کی شفٹ پر لگا دیا گیا ہے۔ آج بھی خواتین کو پوری دنیا میں اہم فیصلہ کن ذمہ داریاں نہیں دی جاتیں صرف ان کے جسموں اور نسوانی کشش کی ہی قیمت ہے۔ امریکہ کی آزادی کے ۳۰۰ سالوں میں ایک بھی خاتون صدر منتخب نہیں ہوئی۔ برطانیہ؛ فرانس؛ اٹلی؛ جرمنی میں بھی ایک یا دو سے زیادہ کا اوسط نہیں ہے۔ ایک بھی ملک میں کسی خاتون کو کمانڈر انچیف نہیں بنایا گیا ہے۔ تمام بڑی کمپنیوں میں افسر اعلیٰ (C.E.O) گنتی کی تین یا چار ہی ہوں گی۔ فوج میں خواتین کی بھرتی کھولنے کے بعد دوبارہ محدود یا بند کی جارہی ہے۔ خواتین کی تمام معاشی آزادی وخوشحالی کے باوجود کیا مغربی معاشرہ ایک خوشحال؛ مطمئن؛ آسودہ؛ پرامن خاندان دنیا کو دے سکا۔ عورت کی جوانی اور کشش ختم ہونے کے بعد وہاں کے معاشرہ میں ان کی کیا قیمت ہے؟ جو حقوق اسلام میں خواتین کو ۱۴۰۰ سال پہلے سے حاصل ہیں اس میں کون سے نئے حقوق ان کو مغرب میں عطا کئے جو کہ واقع میں خواتین اور معاشرہ دونوں کی مجموعی بھلائی میں مفید ہوں۔

کرنا یہ ہے کہ امت مسلمہ کو اسلام جیسا کہ وہ ہے ویسا ہی اسے اپنانا اور پھیلانا ہے اسے ایک نظام کی طرح برپا کرنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ جو لوگ اسلام کے عقیدے والے حصہ

پر ایمان نہیں بھی لاتے انہیں کم سے کم اس کے سماجی؛ معاشی؛ اقتصادی؛ فلاحی؛ خاندانی نظام سے متعارف کرانا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے ان کے ساتھ حلف الفضول کے طرز پر یہ عملی پروگرام ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ (۱) ظلم اور استحصال کے خلاف (۲) جدوجہد و بدامنی کے خلاف (۳) فحش و منکرات؛ ہر طرح کی جنسی بے راہ روی کے خلاف (۴) سود؛ سٹہ بازی؛ جمع خوری کے خلاف (۵) صارفیت پسندی (Consumerism) کے خلاف (۶) ماحولیاتی آلودگی (Environmental Pollution) کے خلاف (۷) غریبوں؛ کمزوروں؛ آفات کے ماروں کے لئے ہلالِ احمر کی طرز پر بڑے پیمانہ پر ساری دنیا میں امداد کے نکات پر مشترکہ عملی پروگرام (Common Action Programme) بنایا جانا چاہئے۔ ان تمام مہمات میں اسلام کی انقلابی رہنمائی کامیاب ہوں گی جیسا کہ ایڈس کے خاتمہ میں افریقہ میں ختنہ اور جنسی پرہیزگاری نے رول ادا کیا ہے اور حالیہ عالمی مالی بحران کے دور میں غیر سودی مالی اداروں نے کیا ہے وغیرہ۔

آخر میں میڈیا کے سلسلے میں ملت کی تہی دامانی کم مائیگی اور لاپرواہی کے سلسلے میں نہایت تیز رفتاری کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جتنا پیسہ ہماری حکومتیں آج امریکہ اور یوروپ سے میک اپ کا سامان؛ کوک اور پیپسی اور اربوں ڈالر کے ہتھیار خریدنے میں خرچ کررہے ہیں اس کا دس فیصد بھی اگر میڈیا پر خرچ کرتے تو اسلام دشمنوں کا کام اتنا آسان نہ ہوتا جتنا آج ہے۔ امت مسلمہ کو دین سے دور کرنے؛ گمراہ کرنے؛ خواتین کو دین سے بغاوت پر آمادہ کرنے اور غیر مسلموں کو مسلسل اسلام مخالف خوراک دینے میں اس یہودی؛ مغربی؛ براہمنی میڈیا کے تباہ کن رول کو ہم روزانہ بھگت رہے ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے پروگراموں؛ اجتماعات؛ کانفرنسوں کی کوریج بھی یہی مسلم دشمن میڈیا اپنی عینک سے اپنے مفاد کے مطابق کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ کانفرنس اور اجتماعات اپنے پنڈال کے باہر تک نہیں پہنچ پاتی۔ ایک کانفرنس کے بجٹ سے ایک لوکل چینل یا مقامی اخبار چلایا جاسکتا ہے۔ یہی میڈیا دراصل غیر مسلموں کے ذہنوں میں اسلام کی صحیح تعلیمات؛ اسلام کی تاریخ؛ انسانی ترقی میں اسلام کے رول کو واضح کرکے اسلام کے خلاف پھیلائی جارہی بدگمانی اور نفرت کو دور کرسکتا ہے۔

❁ ❁ ❁

فلسطینی طلباء کو ذرائع تعلیم سے محروم کرنے کی اسرائیلی سازش

از: مولانا سہیل اختر قاسمی

غزہ فلسطین کا وہ بدنصیب حصہ ہے جہاں کی ہر خشت پر اسرائیلی بربریت کی خونی لکیریں نظر آتی ہیں درحقیقت اسرائیلی درندوں نے فلسطین کو تہہ وبالا کرنے میں کسی بھی طرح کی کوئی فروگزاشت نہیں چھوڑی، قتل، اغوا، نسل کشی، معاشی واقتصادی بندش، فلسطینی عورتوں کی عصمت دری، تشویہہ اطفال اور ہر طرح کے دردناک مظالم انکے زیر تجربہ رہے ہیں، انسانیت کی ہر حد اور قانون کی ہر شق پر نابودی کا ہتھوڑا پھیرنا ہمیشہ سے اسرائیل کا خصوصی شیوہ رہا ہے تعجب یہ ہے کہ مظالم کے اس بحر بیکراں کے باوجود انکی پیاس ظلم اب تک نہیں بجھی، معاشی، سیاسی، تہذیبی، اقامتی اور انسانی سہولیات، ضروریات اور احتیاجات جبراً چھین لینے کے باوجود اسرائیلی درندوں میں عداوت کا لاوہ اب تک پھوٹ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ فلسطینیوں کو پوری طرح پتھروں کے شہر میں بھیج دینا چاہتے ہیں، المیہ یہ ہے کہ آتش وخون، بارود اور گولیوں کی جنگ کے بعد اسرائیلیوں نے ایک نئے محاذ کی یافت کی ہے اس محاذ میں فلسطین کی وہ تعلیمی نسل نشانۂ تخریب ہے جس پر پوری قوم کی قسمت معلق ہے، ضروری ذرائع تعلیم، قلم، کاپی، پینسل اور اس طرح کی ہلکی پھلکی ضروریات پر پابندی اور تعلیمی میدان میں فلسطینیوں کو ناخواندہ رکھنے کی ہر کوشش اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، دراصل پہلے فلسطین کی فضاء میں گولیوں کا بہترین نشانہ فلسطینی عوام کی جسموں سے نکلنے والے بارود کی بو ہوتی تھی اب وہ طلبہ وطالبات کی اندرونی شخصیتوں کی چرمراہٹ سننے کی عادی ہوگئی ہے کیونکہ جو لڑائی گلیوں کی تھی وہ آج اپنا دائرہ پھیلا چکی ہے افسوس اب تعلیم کی شمع بجھا کر فلسطینیوں کو قسطوں کی تاریکی دکھائی جارہی ہے تاکہ تعلیم کی روشنی میں فلسطینیوں کو پھر سے کہیں زندہ ہونے کا موقع نہ مل جائے۔

یہ سچ ہے کہ فلسطینیوں کو حصار میں رہنے کی عادت ہے، سنگینیوں کے سائے میں سونا ان کا معمول ہے، ہر صبح لاشوں کو کاندھا دینا انکی ذمہ داری ہے، پانی، بجلی، اشیاء ماکولات، طبی سہولیات

اور تعمیرات ہر طرح کی بندش کے باوجود انہوں نے اپنے عزم کو قائم رکھا، اپنا حوصلہ تھامے رکھا، اسرائیلیوں کو انکا صبر زہر لگا انہوں نے مزید ظلم کرنے کی ٹھان لی اور اس طرح انسانی حقوق کی پامالی کرتے ہوئے غزہ میں اسکولی سامانوں کی درآمد پر روک لگادی۔

فلسطینی اقتصاد و معیشت کے وزیر حاتم عویضہ نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ غاصب اسرائیل فلسطین میں اسکولی آلات کی درآمدی پر شدت سے روک لگا رہی ہے تا آنکہ انسانی حقوق کی محافظ تنظیموں کے مطالبات کو بھی ٹھکرا دیا ہے حالانکہ ان دنوں غزہ میں اسکولی لوازمات کی بے پناہ ضرورت ہے، مزیدار بات یہ ہی کہ ان سنگین حالات کی اطلاع ان تمام ممالک کو ہے جو حقوق انسانی اور تعلیمی بیداری کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں مگر اس معاملے میں انکی حساس اور خودساختہ لب گویائی پر خوف و مصلحت کا تالا پڑا ہوا ہے۔

ابوامجد نام کا ایک فلسطینی شہری جو کہ غزہ میں رہائش پذیر ہے اور انکے پانچ بچے ہیں انکا کہنا ہے کہ ''میرے سارے بچے سرکاری اسکولوں میں پڑھتے ہیں المیہ یہ ہے کہ تعلیمی سال شروع ہو چکا ہے اور وہ اسکول کے ضروری اشیاء اور لوازمات نہیں خرید پائے ہیں''، علاوہ ازیں فلسطینی عورت ام المجد بھی اسی طرح کا الم ظاہر کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ''میں غزہ کے تمام بازاروں میں گھوم چکی ہوں مگر مجھے نہ کاپیاں ملی اور نہ قلم وغیرہ دستیاب ہوئے اور جہاں یہ سب چیزیں مل رہی ہیں وہاں آسمان چھوتی قیمت نے میرے ہاتھوں کو روک دیا'' یہ کہتے ہوئے وہ رو پڑی کہ ''جب سے میرے شوہر اسرائیلی بربریت میں شہید ہوئے ہیں تب سے میں تنہا اپنے بچوں کی کفالت اور پرورش کررہی ہوں'' اس نے فلسطینی وزارت تعلیم و تربیت کے سامنے یہ مطالبہ رکھا ہے کہ وہ اس معاملے میں پائے جانے والے بحران کی مزاحمت کریں اور اسرائیل کی جنگی، انسانی اور تعلیمی جرائم پر قدغن لگانے کی تحریک شروع کریں۔

واضح ہو کہ غزہ میں اس تعلیمی ظلم کے خلاف 9 ستمبر 2009 کو فلسطینی طلباء و طالبات نے زبردست احتجاج کیا تھا، وہ لوگ اپنے ہاتھوں میں احتجاجی بینر تھامے ہوئے تھے جس پر متعدد احتجاجی جملے رقم تھے مثلاً ''ہماری کتاب اور ہماری کاپیاں کہاں ہیں'' ''ہم نونہالان پر لگائی گئی تعلیمی بندش کو ختم کرو'' ''ہم پڑھنا چاہتے ہیں'' ''ہم اپنا تعلیمی حق مانتے ہیں'' اس احتجاجی جلسے کے بعد کم عمر طلباء نے اقوام متحدہ کے مقامی مرکز کو اسرائیل کی ظالمانہ بندش پر اپنا احتجاجی پیغام پیش کیا جسکے مخاطب اقوام متحدہ کے صدر بان کی مون تھے، اس احتجاجی وفد کا مطالبہ یہ تھا کہ موصوف محترم اور

عالمی برادری اسرائیل کی تعلیمی خلاف ورزیوں پر روک لگائیں۔

نوسالہ اکرم احمد پوری معصومیت کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ ''یہودیوں نے میرے والدین کو مارڈالا اور ہماری رہائش گاہوں کو زمین بوس کرڈالا، میری کاپیاں اور میری کتابیں اس ظالمانہ کاروائی کی نذر ہوگئیں، مجھے کتاب، قلم اور کاپی کی ضرورت ہے، میں پڑھنا چاہتا ہوں''۔

مشہور عربی مجلّہ 'فلسطین مسلمہ' کے اعداد وشمار جو انہوں نے فلسطینی وزارت تعلیم وتربیت سے حاصل کیا ہے؛ کے مطابق اس سال 240 طلباء اور 15 اساتذہ اسرائیلی دہشت گردی کی نذر ہوئے اور تقریباً 942 طلباء اور اساتذہ زخمی ہوئے جن میں سے اکثر پوری طرح اپاہج ہوچکے ہیں، اس رپورٹ میں یہ بھی درج ہے غزہ میں تقریباً 7 اسکول پوری طرح تباہ اور بے شمار تعلیم گاہوں کو جزوی طور پر نقصان پہنچایا گیا ہے، علاوہ ازیں اب تک پورے فلسطین میں مجموعی طور پر 4828 ایسے مکانوں کو پوری طرح منہدم کردیا گیا ہے جس میں اسکولی طلباء مقیم تھے اور اسی طرح کے 9738 مکانوں کو جزوی نقصان پہنچایا جاچکا ہے، وزارت تعلیم وتربیت کے ترجمان خالد راضی نے فلسطین مسلمہ کو دیئے گئے اپنے انٹرویو میں کہا کہ ''حالیہ جنگ نے تعلیمی میدانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے خصوصاً تعلیم گاہوں، ہاسٹلز، کلاسوں اور لائبریریوں کو پوری طرح نشانہ بنایا گیا ہے''۔

اسرائیل جس طرح مدارس اور تعلیم گاہوں کو برباد کررہا ہے اس سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ اسرائیل فلسطینیوں کے ہر حق کو پامال کرنا چاہتا ہے، لائبریریوں، درسگاہوں اور اقامت گاہوں کو تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسکولی اشیاء پر مکمل بندش لگاکر یقیناً اسرائیل نے شیطنت کا عظیم مظاہرہ کیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام مظالم پر دنیا کب تلک خاموش رہے گی؟

❁ ❁ ❁

فتنۂ قادیانیت سے باخبر رہئے!

از: مولانا نظام الدین القاسمی
مدرسہ اشرف العلوم، ہلدوانی، نینی تال

اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور پیدا فرما کر خالی چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کی ہر ضرورت کے پورا ہونے کا مکمل انتظا فرمایا، انسان چونکہ دو چیزوں کا نام ہے ایک جسم دوسرے روح، جسم کی تعلیم و تربیت کا نظام اللہ نے عقل کے سپرد کیا ہے، اور روح کی تعلیم وتربیت کا نظام انبیاء علیہم السلام کے، کیونکہ ہر انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ براہ راست اللہ سے اس کی مرضیات ونامرضیات کا علم حاصل کرسکے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے کچھ مقدس ہستیوں کا انتخاب فرمایا، اورانہیں یہ روحانی نظام عطا فرما کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ اللہ کی مرضی ونامرضی سے واقف ہوجائیں، اللہ کی طرف سے اس انتخاب کا نام اصطلاح شرع میں نبوت ہے جو صرف انتخاب خداوندی ہے، بندے کے کسب ومحنت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَللّٰهُ يَصۡطَفِيۡ مِنَ الۡمَلاَئِكَةِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ. (الحج:۷۵، پارہ:۱۷)

اللہ منتخب فرماتا ہے فرشتوں میں سے پیغمبروں کو اور انسانوں میں سے۔

علامہ شعرانیؒ ''الیواقیت والجواہر'' میں لکھتے ہیں:

فَاِنۡ قُلۡتَ فَهَل النُّبُوَّةُ مُكۡتَسَبَةٌ اَوۡ مَوۡهُوۡبَةٌ فَالۡجَوَابُ لَيۡسَتِ النُّبُوَّةُ مُكۡتَسَبَةً حَتّٰى يُتَوَصَّلَ اِلَيۡهَا بِالنُّسُكِ وَالرِّيَاضَاتِ كَمَا ظَنَّهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الۡحُمَقَاءِ. (الیواقیت والجواہر ص:۱۶۴)

وَقَدۡ اَفۡتٰى الۡمَالكيةُ وغيرُهُمۡ بكفرِ مَنۡ قَالَ: إِنَّ النبوةَ مكتسبةٌ. (حوالہ بالا)

تم اگر یہ سوال کرو کہ نبوت کسبی چیز ہے یا وہبی تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں کہ محنت اور کوشش سے حاصل کی جائے جیسا کہ بیوقوفوں کی جماعت کا خیال

ہے۔ مالکی وغیرہ نے اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو یہ کہے کہ نبوت کسبی چیز ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص کثرت عبادت محنت اور مجاہدہ سے نبی نہیں بن سکتا؛ البتہ اپنی کوشش وعبادت سے انسان ولی بن سکتا ہے، مگر افسوس ہے انیسویں صدی عیسوی میں صوبہ پنجاب ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہونے والے مرزا غلام احمد پر کہ وہ اپنے ولی ہونے کا جھوٹا دعویٰ تو کیا کرتے انھوں نے صاف نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کردیا، حالانکہ عقیدۂ ختم نبوت ایک سو آیات قرآنیہ اور دو سو سے زائد احادیث نبویہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

نمونہ کے طور پر چند آیات واحادیث ملاحظہ ہوں:

(۱) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْن. (الاحزاب:۴۰ پارہ:۲۲)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

یہ آیت بطریق عبارۃ النص ختم نبوت کو ثابت کررہی ہے، اور دوسری آیات سے بھی بطور اقتضاء النص واشارۃ النص ودلالۃ النص یہ مسئلہ ثابت ہے۔

(۲) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدہ:۳، پارہ:۶)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کردیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری فرمادی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا دین ہونے کی حیثیت سے۔

جب دین مکمل ہو چکا تو نبی کے آنے کی ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

(۳) قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ. (الاعراف:۱۵۸، پارہ:۹)

آپ فرمادیجئے کہ میں تم سب کی طرف سے اس اللہ کا پیغمبر ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہو چکی سبھی لوگوں کی طرف تو اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث متواترہ میں اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا اور ختم

نبوت کی ایسی تشریح فرمائی کہ جس کے بعد آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کوئی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔

متعدد علماء نے ختم نبوت کی حدیثوں کے متواتر ہونے کی صراحت کی ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر آیت خاتم النّبیین کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

وَبِذٰلِكَ وَرَدَتِ الأحَادِيُثُ المُتَوَاتِرَةُ عَنُ رَسُولِ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلم مِنُ حَدِيُثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ. (تفسیر ابن کثیر جلد۳/۴۹۳)

اور اسی ختم نبوت پر رسول اللہ ﷺ سے متواتر حدیثیں وارد ہوئیں جن کو صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔ جن میں سے صرف دو حدیثیں یہاں ذکر کی جارہی ہیں:

عَنُ ثَوُبَانَؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّم اِنَّهٗ سَيَكُونُ فِيُ أُمَّتِيُ كَذَّابُونَ ثَلٰثُونَ كُلُّهُمُ يَزُعَمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيّينَ لاَ نَبِيَّ بَعُدِيُ. (ترمذی جلد۲/ ۴۵)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں ہی آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

عَنُ سَعُدِ بُنِ أَبِي وَقَّاصؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وسَلَّم لِعَلِيٍّ: أَنُتَ مِنِّيُ بِمَنُزِلَةِ هَارُونَ مِنُ مُوسٰى اِلَّا أَنَّهٗ لاَ نَبِيَّ بَعُدِيُ. (مسلم جلد۲/ ۲۷۸)

سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسی طرح اجماع امت سے بھی عقیدۂ ختم نبوت ثابت ہے جیسا کہ بیشمار علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔

ملاعلی قاری شرح ''فقہ اکبر'' میں تحریر فرماتے ہیں:

دَعُوَى النُّبُوَّةِ بَعُدَ نَبِيِّنَا صلى اللّٰه عليه وسلم كُفُرٌ بِالاِجُمَاعِ. (شرح فقہ اکبر ص:۲۰۲، بحوالہ اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ ص:۷۱)

ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے، ان تمام ثبوت کے بعد بھی بعض حریص انسانوں حسد وجلن کی وجہ سے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے میں دریغ نہیں کیا۔

انھی جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ایک (مرزا غلام احمد) ہمارے دور کے بعض انسانوں کے حصہ میں آگیا جس کی ہمیں سختی سے تردید کرنی چاہئے، تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر جھوٹے مدعیان نبوت ناکام ہوئے، مگر مرزا کا معاملہ حکومت برطانیہ کے سہارے کی وجہ سے الگ ہے۔

مرزا نے دیگر مدعیان نبوت کی طرح اولاً صاف صاف نبوت کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ ایسے مدعیوں کا عبرتناک انجام اس کو معلوم تھا، لہٰذا اس نے بڑی چالاکی سے تدریجی انداز اپنایا، اولاً خادم و مبلغ اسلام کے روپ میں ظاہر ہوا، پھر اپنے کو ملہم اور مامور من اللہ بتلایا پھر مجدد ہونے کا اظہار کیا، آگے بڑھ کر مہدی و مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا، مزید ترقی کرکے ظلی و بروزی نبوت کا پروپیگنڈہ کرنے لگا آخر کار اصل منزل مقصود پر پہنچ کر مستقل اور صاحب شریعت نبی ہونے کا اعلان کرکے اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی کہنے لگا۔ (ماخوذ از محاضرۂ ردقادیانیت پیش کردہ قاری محمد عثمان صاحب منصورپوری)

قارئین کرام! اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً بہت سی تحریکیں اٹھیں وہ یا تو اسلام کے نظام حکومت کے خلاف تھیں، یا شریعت اسلامی کے خلاف لیکن قادیانیت درحقیقت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت اور ایک سازش ہے۔

قادیانیت کے بارے میں یہ غلط فہمی ہوگی اسے مسلمانوں کے دینی و علمی اختلافات اور مکاتب فکر میں سے ایک دینی و علمی اختلاف اور خاص مکتب فکر خیال کیا جائے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیت مسلمانوں سے الگ ایک مستقل خودساختہ مذہب ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں، قادیانی تحریک اسلام کے دینی نظام اور زندگی کے ڈھانچے کے مقابلے میں ایک نیا دینی نظام اور زندگی کا نیا ڈھانچہ پیش کرتی ہے، وہ دینی زندگی کے تمام شعبوں اور مطالبوں کی خودخانہ پری کرنا چاہتی ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کو جدید نبوت، جدید مرکز محبت وعقیدت، نئی دعوت، نئے روحانی مرکز اور مقدسات نئے مذہبی شعائر، نئے مقتدا، نئے اکابر، نئی تاریخیں اور شخصیتیں عطا کرتی ہے۔ (قادیانیت تحلیل وتجزیہ ص:۱۴۲)

اسی وجہ سے فتنۂ قادیانیت دوسرے فتنوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہے، یہاں ایمان وکفر سے متعلق بھی کچھ ذکر کرنا مناسب ہے تاکہ قادیانیوں کے بارے میں مسلمان فیصلہ کرسکیں، علامہ حموی ”شرح الاشباہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

الایْمَانُ تَصْدِیْقُ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیه وسلم فِیْ جَمِیْعِ مَا جَاءَ بِهٖ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً، وَالْکُفُرُ تَکْذِیْبُ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیه وسلم فِیْ شَیْءٍ مِمَّا جَاءَ بِهٖ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً. (حموی شرح الاشباہ ۳/۲۴۳، بحوالہ اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ/۶۲)

ایمان: محمد ﷺ کو دین کی ان تمام چیزوں کے بارے میں دل سے سچا قرار دینا ہے جن چیزوں کو آپ ﷺ یقیناً لے کر آئے ہیں، کفر: محمد ﷺ کو دین کی ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز میں جھٹلانا ہے جن کو یقیناً حضور ﷺ لے کر آئے۔

مَنْ أَنْکَرَ شَیْئًا مِنْ شَرَائِعِ الإسْلَامِ فَقَدْ ابْطَلَ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (السیر الکبیر/۲۶۵، بحوالہ تقابلی مطالعہ/۲۶۳)

جس نے اسلام کی شریعت میں سے کسی ایک چیز کا انکار کردیا تو اس نے یقیناً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اقرار کو باطل کردیا۔

لَا خِلَافَ فِیْ تَکْفِیْرِ الْمُخَالِفِ فِیْ ضَرُوْرِیَاتِ الإسْلَامِ وَاِنْ کَانَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ. (ردالمحتار رکتاب الصلوٰۃ، بحوالہ بالا) ضروریات اسلام کی مخالفت کرنے والے کو کافر قرار دینے میں کوئی اختلاف نہیں اگرچہ وہ ظاہر میں اہل قبلہ میں سے ہو، اس سے واضح ہوچکا کہ قادیانی لوگ عقیدۂ ختم نبوت (جو کہ ضروریات اسلام میں سے بالکل واضح اور کھلا ہوا عقیدہ ہے) کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ زندیق ہیں، کیونکہ وہ قرآن وحدیث کے نصوص میں تحریف کرکے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی ناجائز کوشش کرتے ہیں، پس مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ قادیانیوں سے میل جول رکھیں نہ ان کے یہاں لڑکے یا لڑکی کی شادی کریں، کیونکہ نکاح صحیح ہونے کے لئے زوجین (لڑکے اور لڑکی) میں سے ہر ایک کا مسلمان ہونا شرط ہے اور قادیانی دائرہ اسلام سے خارج (باہر) ہیں۔

اسی طرح مسلمان نہ ان کے جنازوں میں شریک ہوں اور نہ کسی تقریب میں، نہ ان کو اپنے یہاں کسی تقریب میں آنے کی دعوت دیں، نہ ان کے گھر کا کھانا کھائیں نہ ان کے ساتھ تجارت وغیرہ کا معاملہ کریں، نہ ان کا ذبیحہ (ذبح کیا جانور) کھائیں، نہ ان کو مقابر مسلمین (مسلمانوں کے قبرستان) میں دفن ہونے دیں، وغیر ذلک من الاحکام۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیوں کا سب سے بڑا سربراہ (مرزا غلام احمد) نبی یا ولی تو کیا ہوتا وہ

توعام معمولی شریف انسان کے برابر بھی نہیں تھا، بلکہ مہا کذاب انتہائی درجہ کا بدکردار انسان تھا، جیسا کہ خود مرزائی تصنیفات سے بخوبی واضح ہوتا ہے یہاں صرف اس کی زندگی کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک طرف حدیث میں تو یہ ہے:

لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الفَاحِشِ وَلَا البَذِیِّ. (ترمذی۲/۱۸-۱۹)

مومن نہ تو طعن و تشنیع کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت بھیجنے والا نہ سخت گو نہ فحش کلام کرنے والا۔

دوسری طرف مرزا صاحب کا حال یہ ہے کہ اپنے زمانے کے اکابر علماء ومشائخ (مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا احمد علی سہارنپوریؒ وغیرہ) کے لئے ذئاب وکلاب شیطان لعین جیسے الفاظ استعمال کئے، اور اپنے حریف مقابل مولانا سعداللہ لدھیانوی کے بارے میں وہ الفاظ کہے کہ ایک شریف انسان انہیں پڑھنے، لکھنے سے شرما جائے، عربی داں حضرات کے لئے صرف اصلی اشعار نقل کرنا مناسب ہے:

وَمِنَ اللِّئَامِ أریٰ رُجَیْلاً فَاسِقًا غُوْلًا لَعِیْنًا نُطْفَةَ السُّفَهَاءِ

شَکِسٌ خَبِیْث مُفْسِدٌ وَمُزَوِّرٌ لَخُسُ یُسَمّٰی السَّعْدُ فِیْ الْجُهلَاءِ

اٰذَیْتَنِیْ خُبْثاً فلست بِصَادِقٍ اِنْ لَمْ تمت بِالخِزْیِ یَا ابْنَ بغَاءِ

(ملاحظہ فرمائیں انجام آتھم اخیر دور روحانی خزائن ج/۱۱)

اللہ تعالیٰ فتنۂ قادیانیت سے تمام امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

❁ ❁ ❁

شیخ نصیر خاں علم حدیث کے کوہ ہمالیہ تھے

از: سہیل اختر قاسمی

عظیم دینی و مذہبی دانش گاہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث پر ۳۲ سال سے براجمان رہنے والے، علم حدیث کے کوہ ہمالیہ اور درس نظامی کے ماہر متخصص سابق شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خاں صاحب پرسوں رات ہمیشہ کے لئے دار فانی کو سدھار گئے ہیں۔ خاں صاحب کی وفات پر حسرت کی خبر نے سچ مچ ان دلوں کو دہلا دیا ہے جس میں علم حدیث کی عظمت کے ساتھ اس کی درایت کے صفات ہوتے ہیں۔ علم حدیث تو قدسی علم ہے، اس کا ربط کسی خاص مکتب فکر یا مسلک سے نہیں ہوتا اور نہ کسی نظریہ سے، علم کا نظریہ مشترکہ طور پر سب کے لئے قابل افتخار و اعتزاز ہوتا ہے، خصوصاً علم حدیث جس کی عظمت وحیثیت مانند قرآن مسلم ہے۔

علم حدیث پر گہری نظر، اس کی تدریس ومطالعہ کا وسیع تجربہ، اس کے اختصاصات پر کامل واقفیت اور اس کے عروض و آہنگ سے گہری مناسبت رکھنے والے عالم دین حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب کے انتقال سے علمی حلقوں میں ایک سُن کردینے والی خاموشی پائی جارہی ہے۔ میدان حدیث میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے چہروں کی لکیریں غم وحزن سے سرخ ہوچکی ہیں، خصوصاً طالبین ودارسین ایک ایسے آبشار سے محروم ہوچکے ہیں جس کے ہر قطرہ میں علم حدیث کی بو، پاکیزگی اور نفاست جھلکتی تھی، جس کا ہر سیل علمی لطافتوں اور فنی وفقہی تجربات کی عکاسی کرتا تھا اور اس کا واقعی قلبی سرور کے لئے کافی ہوا کرتا تھا۔

حضرت مرحوم کو تدریس وتعلیم کا پچاس سالہ تجربہ تھا، وہ واحد ایسے شخص تھے جنہیں درس نظامی کی ہر کتاب پر اختصاص حاصل رہا تھا، حضرت شیخ جہاں علوم و معارف کے تاجور تھے وہیں صلاح وتقویٰ، اخلاق وکردار اور عادات واطوار میں بدر کامل بھی تھے۔ حضرت مرحوم ۱۳۳۵ھ میں بلند شہر کے ایک قصبہ ''بسی'' کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد باوجود اس کے کہ وہ انگریزی فوج کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے علماء نواز اور مولانا خلیل احمد امبیٹھوی کے مرید

تھے، ان کے والد ماجد عبدالشکور خاں دینی غیرت اور اس پر جان و مال قربان کرنے کا جاںثارانہ جذبہ رکھتے تھے۔ ان کے دینی جذبہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت شیخ الہند کے ''ترک موالات'' کے اعلان کے بعد وہ انگریزی ملازمت سے ہمیشہ کے لئے سبکدوش ہوکر کاشتکاری میں لگ گئے۔ والدہ بھی انتہائی پارسا اور نیک طبیعت تھیں۔ حضرت شیخ نے از اوّل تا آخر تعلیم اپنے برادر کبیر مولانا بشیر احمد خاں جو کہ اس وقت مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی میں مدرس تھے؛ کے پاس حاصل کی، بعد ازاں جب ۱۳۶۲ھ میں مولانا بشیر احمد خاں بحیثیت مدرس دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو وہ بھی ان کے ساتھ آگئے اور اس وقت کے موجودہ اکابر مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ وغیرہ سے استفادۂ حدیث کیا اور ۱۳۶۳ھ میں از سرنو دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۶۵ھ تک تفسیر وقرأت، فقہ واصول فقہ، منطق وفلسفہ اور طب وحکمت جیسے اہم علوم وفنون پر اختصاص کیا، اسی سال وہ دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۹۱ھ تک میزان سے لے کر موقوف علیہ تک کی ساری کتابیں پڑھا ڈالیں اور اس درجہ تجربہ حاصل کیا کہ ہندوستان میں بیک وقت درس نظامی پر گہری نظر رکھنے والے اساتذہ وعلماء میں ان کے ہم پلہ مشکل سے کوئی ملے گا۔ ۱۳۹۱ھ سے لے کر ۱۳۹۷ھ تک حدیث کی معروف کتابیں، موطا امام مالک، طحاوی، ترمذی اور مسلم وغیرہ آپ کے زیر درس رہیں اور تا آنکہ ۱۳۹۷ھ میں بخاری شریف پڑھانے کا موقع ملا جو وفات سے قبل تک مسلسل اور پیہم پڑھاتے چلے آرہے تھے۔ حضرت مرحوم ایک متقی، خداترس اور شریف عالم دین تھے، زندگی بھر علم وعمل سے لگاؤ رہا، حدیث سے بے انتہا لگاؤ اور سنت پر عمل رکھتے تھے، تدریس کا نرالا انداز تھا، ان کا کلام انتہائی عام فہم مگر علم وفن سے لبریز ہوتا تھا، ۹۵ برس کی عمر گزارنے کے بعد بھی آواز بلند تھی، اس عمر میں بھی گفتگو صاف ستھری، واضح اور حیرت انگیز تھی، عالمانہ لب ولہجہ اور معتدل انداز کے حامل تھے، رعب ووقار کا یہ عالم تھا کہ جدھر سے بھی گزر جاتے ایک مجمع ان کے ادب میں اٹھ کھڑا ہوتا، جدھر سے بھی وہ گزرتے طلبہ کی ایک بھیڑ ان کے جلو میں ہوتی تھی۔

حضرت مرحوم ایک رحمدل استاذ تھے، اتنے اعلیٰ منصب کے باوجود نہ کبھی شیخی بگھاری اور نہ کبھی اس کا ناجائز استعمال کیا، دارالعلوم کے نائب مہتمم اور صدر مدرس ہونے کے باوجود انھوں نے کبھی بھی ناجائز رعب دکھانے کی کوشش نہ کی، وہ اپنے عہدہ اور ذمہ داری کے تئیں مخلص تھے، دارالعلوم دیوبند کی خدمت اور اس کا ارتقاء ان کا مقصد زندگی تھا۔ طلبۂ دارالعلوم کو باشرع اور

باتہذیب بنانے کے لئے وہ ذمہ داران دارالاقامہ کو مستقل ہدایات دیتے رہتے تھے، ایک بار مادر علمی میں ایک ناگوار قضیہ پیش آیا تھا، جس سے مادر علمی کی عصمت پر آنچ آرہا تھا اس قضیہ کے پیش آنے پر وہ بہت ناراض ہوئے اور جو جو طلبہ اس میں شریک تھے انہیں فوراً دارالعلوم بدر کردیا، ان کا کہنا تھا کہ دارالعلوم امت کی میراث ہے، اس کی حفاظت ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

حضرت مرحوم کو شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے انتقال کے بعد قاری محمد طیبؒ نے خلافت عطا فرمایا تھا مگر وہ پیری مریدی کی زحمت سے بچے رہے، وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ ''بچو میرا مزاج نہیں ہے، پیری مریدی میرے بس کا روگ نہیں ہے، یہ تو بڑے لوگ کرتے ہیں۔''

حضرت مرحوم گوشہ گیر، تدریس وتعلیم کے لئے یکسو اور دارالعلوم کی خدمت کے لئے ہمہ تن متوجہ رہتے تھے۔ تنازعات سے دور، خرافات سے گریزاں اور مناقشات سے بددل تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کے خاص شاگرد و مرید ہونے کے باوجود کبھی بھی انھوں نے ملکی منظر نامے پر آنے کو گوارہ نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ یکسو رہے اور آخر حیات تک یکسو رہے۔ وہ ایک دلچسپ ترین اور بھرپور انسان تھے۔ تواضع حلم و بردباری، نرم خوئی، خوش اخلاقی اور صلاح وتقویٰ کے حامل تھے، ان کی انہی صفات کی بنا پر دارالعلوم کے ہر خاص وعام طلبہ، اساتذہ، ملازمین اور تمام متعلقین دارالعلوم میں محبوب شخصیت کے مالک تھے، وہ تواضع کی عملی مثال تھے۔ ان سے کبھی کوئی غلطی یا چوک ہوجاتی تو برملا اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے؛ بلکہ بعض مرتبہ اگر اپنے شاگردوں کو ڈانٹ دیتے تو وہ دوسرے وقت بلا تامل معذرت خواہی کرتے ہوئے نظر آتے۔ الغرض ان تمام خصوصیات کی حامل ایک فرشتہ صفت انسان کے چلے جانے سے اس دنیا میں نیک بندے کم ہوتے جارہے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ان کی شخصیت اسی طرح کی تھی جیسی بیان کی جارہی ہے، وہ صحیح معنوں میں ایک کامل انسان، عظیم محدث اور بہترین عالم دین تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور کردے۔

مقبول جو ہوں، شاذ ہیں، قابل تو بہت ہیں
شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ اور ایک طالب علمانہ تاثر

از: محمد تبریز عالم قاسمی
معین مدرس دارالعلوم دیوبند

اس دنیا میں آنے جانے کا سلسلہ جاری ہے، لیکن کچھ آنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں، کہ ان کی زندگی انفرادو امتیاز سے عبارت ہوتی ہے۔ دنیا ان کی صلاحیت واستعداد کو سلام کرتی ہے۔ دنیا والے اس کے ناقابل فراموش کارہائے نمایاں کوخراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس کے علم و عمل کی دلکشی، واقعی سحر انگیز ہوتی ہے۔ مگر ایسی سعید اور قابل فخر شخصیات کم ہوا کرتی ہیں۔ ان کا وجود مسعود، دنیا میں جب تک ہوتا ہے، قلوب ان سے مستفیض ہوتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر، دیکھتے رہنے کے مشتاق ہوتے ہیں اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اگر ایسی جماعت کا کوئی فرد کامل، اپنی آخری اور حقیقی منزل کیلئے، شدر حال کرلیتا ہے تو کچھ عجب سا سونا سونا لگنے لگتا ہے۔ کچھ؛ بلکہ بہت کچھ کھوجانے کا شدید احساس ہوتا ہے۔ طبیعت اضطراب و بے چینی سے دوچار رہوتی ہے۔

گرامی قدر، حضرت الاستاذ مولانا نصیر احمد خاں صاحب، نوراللہ مرقدہ، سابق شیخ الحدیث وصدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند (پیدائش ۲۱/ربیع الاوّل ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۳/دسمبر ۱۹۱۸ء) بھی انھیں مردحقانی میں سے ایک تھے، جو ۱۹/صفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۴/فروری ۲۰۱۰ء بروز جمعرات رحمت الٰہی کے سائے میں پہنچ گئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیه راجعون.

حضرت الاستاذ، اس دور کے اکابر دارالعلوم دیوبند کے سلسلے کی آخری کڑی تھے۔ راقم الحروف نے دارالعلوم دیوبند میں جن موقر اساتذہ سے پڑھا، انہیں دیکھا اور حد درجہ متاثر ہوا، حضرت ان میں سرفہرست تھے۔ ۱۴۲۷ھ میں جب دورۂ حدیث شریف میں داخلے کے بعد، پہلے یا دوسرے ہی دن حضرت کا دیدار ہوا۔ عجیب نورانی سماں تھا۔ دارالحدیث میں چاروں طرف، طلبہ حدیث اوران کے درمیان مسند حدیث پر ایک فرشتہ صفت اور روشن رخ، بزرگ وعظیم محدث، واقعی بڑا ہی مسحور کن منظر تھا۔ معلوم ہورہا تھا؛ کہ پُررونق ستاروں کی جھرمٹ میں کوئی روشن ماہ کامل

طلوع ہوگیا ہے۔ایسانورانی چہرہ کہ دیکھ کر ایمان تازہ ہوجائے۔

حضرت الاستاذ؛ استاذ ہی نہیں؛ بلکہ استاذ الاساتذہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی مدرسین سے لے کر شیخ الحدیث تک، سب آپ کے شاگرد ہیں۔شاید ہی کوئی مستثنیٰ ہو؛ بلکہ آج پوری دنیا میں قاسمی نسبت کے اساتذہ، یا تو حضرت کے شاگرد ہیں، یا شاگرد کے شاگرد۔کچھ نہیں تو شاگرد کے درجہ کے تو ضرور ہیں۔حد درجہ متین، طبیعت نہایت سلیم، سادہ مگر لطیف ونظیف لباس کے عادی، آواز بلند لیکن لب ولہجہ نہایت شیریں، علم نافع وعمل صالح کا سنگم، کم گو؛ لیکن بولتے تو کلام نہایت مرتب اور جامع ہوتا تھا، بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہی کلام فرماتے، قلب، تقویٰ واخلاص سے لبریز، ملنساری وخاکساری میں اپنی مثال آپ، صحابہ، کی جیتی جاگتی تصویر، قدوقامت معتدل، آنکھوں پر ایک چشمہ، ہاتھ میں عصا، گردن اور نگاہیں نیچی، زندگی سادگی لیے ہوئے؛ لیکن خیالات وافکار اونچے، مزاج سنجیدہ وفہمیدہ؛ مگر رعب غضب کا، سلف وخلف کی یادگار، جملہ علوم وفنون کے ماہر، علم حدیث میں ماہر ترین، چھوٹوں پر ایسے شفیق؛ کہ کسی طالب علم کو جائز اور ضروری تنبیہ کے بعد دل جوئی کے کلمات کہنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے، مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کے ذہن میں حضرت کا یہی خاکہ مرتسم ہے۔

حضرت شیخ اوّلؒ اور بخاری شریف

روئے زمین پر، کتاب اللہ کے بعد اگر کوئی کتاب اصحیت کا درجہ رکھتی ہے، تو وہ ہے محمد بن اسماعیل بخاری کی ’’جامع صحیح‘‘ جسے ہم بخاری شریف کہتے ہیں، جس کے مقام ومرتبہ سے علمی دنیا خوب واقف ہے۔اس کے پڑھانے والے کو اپنے دیار میں ’’شیخ الحدیث‘‘ جیسے عظیم المرتبت لقب سے جانا جاتا ہے۔اس کے ساتھ یہ بات بھی صحیح ہے؛ کہ ایسے خوش بخت حضرات من جانب اللہ منتخب ہوتے ہیں اور بہت کم ہوتے ہیں، جو واقعی اس عظیم کتاب کو پڑھا سکیں اور اس کا حق ادا کرسکیں۔ یہ خوش نصیبی ہمارے شیخ کے حصے میں بھی آئی اور خوب آئی؛ کہ کم وبیش ۳۳ سالوں تک یہ کتاب آپ سے متعلق رہی۔ چنانچہ ایک طرف آپ اپنی قابلیت اور لیاقت کی وجہ سے ۱۳۹۷ھ میں ’’مشیخیت‘‘ کے بڑے اعزاز سے سرفراز ہوئے، جس کا سلسلہ محض علالت، ضعف اور پیری کی وجہ سے ۱۴۲۹ھ میں موقوف ہوگیا تو دوسری طرف ۱۴۱۲ھ میں صدارت تدریس کے پروقار عہدے پر بھی فائز کئے گئے، اور ۱۴۲۹ھ تک پورے سترہ سال اس عہدے پر رونق افروز رہے۔

کچھ یادیں کچھ باتیں

دارالحدیث میں، مولسری کے راستے نازک چھڑی کے سہارے، حضرت کی تشریف لانا، مائک کے سامنے آکر، سلام کرنا، پھر چہار زانو ایک ہی نشست پر بیٹھ کر درس میں مصروف رہنا ابھی بھی حافظے کا حصہ ہے، اکثر اوقات پر وقار رہتے اور کبھی مسکراتے بھی تھے، آپ کے مسکرانے سے پوری دارالحدیث عطر بیز ہوجاتی تھی، کبھی آخرت کے تذکرے یا سرکار دوعالم ﷺ کے مجاہدے اور تکالیف کے ذکر پر آبدیدہ ہوجاتے، آپ کے رونے پر پوری مجلس رو پڑتی تھی، یہ تھا درس گاہ کا منظر۔ اختتام درس پر، پُروقار انداز میں اٹھنا، پیچھے پیچھے طلبہ کی بھیڑ اور ''اہتمام'' میں جانے والی سیڑھی کے سہارے رکشہ پر بیٹھنا اور بیٹھ کر موجود طلبہ کو ایسے مشفقانہ انداز میں سلام کرنا؛ کہ دیر تک اس کی خوشبو محسوس ہوتی، آج اس منظر اور اس کی یادوں سے دل بیٹھ جاتا ہے۔ شوال کی گہما گہمی میں آغاز تعلیم کے موقعہ پر، اولین کلیدی درس حضرت کا ہوتا، صبح سے ہی خوب رونق اور چہل پہل، طلبا ر قدیم وجدید میں جوش وخروش، شیخ کی آمد، اور پہلے دن کتاب بخاری اور صاحب کتاب پر دیر تک ٹھہرا ہوا اور دلکش بیان حافظے سے مٹانا بہت مشکل ہے۔ ایسی ہی ایک پررونق اور روحانی فضا، آخر سال میں ختم بخاری کے وقت ہوتی اور وہ منظر تو بڑا ہی اندوہ گیں، دل سوز اور رلانے والا ہوتا، آخری درس میں مختصر الوداعی نصیحتیں فرماتے اور دعا فرماتے جس میں طلبۂ دارالعلوم کے علاوہ اہلیان دیوبند اور دور دراز کے لوگ شریک ہوتے۔ ۱۴۲۷ھ ایسا سال تھا کہ حضرت نے اس سال آخری بار پوری بخاری جلد اوّل پڑھائی۔ اس کے بعد دو سالوں تک پڑھائی مگر بیچ بیچ میں طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے وقفہ ہوا، اس سال ہمیں آخری نصیحت کی کہ: ''اب آپ کا سفر الی العلم ختم ہوا اور سفر فی العلم شروع ہو رہا ہے۔'' اور دعا میں ایک جملہ فرمایا کہ: ''بچو! جب میری وفات کی اطلاع ملے تو ایصال ثواب کرنا۔'' جس پر کوئی بھی روئے بغیر نہ رہ سکا۔ آج احاطہ مولسری کا وہ راستہ جو آپ کی آمد ورفت کا گواہ ہے، دارالحدیث کا وہ مسند، جس پر آپ ایک عرصے تک جلوہ افروز رہے اور وہ طلبا واساتذہ جو آپ کے دیدار کے متمنی رہا کرتے تھے بہ زبان حال وہ بات کہنے پر مجبور ہیں جو کبھی کسی باذوق نے شیخ الاسلام مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ کی وفات کے بعد کہی تھی کہ:

نہیں ہے پیرِ مے خانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدہ سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

مدرسے کی چہار دیواری میں ایک شعر بہت مشہور ہے کہ:

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

حضرت شیخ ،اس شعر کی مکمل تفسیر تھے۔ پڑھنے پڑھانے کے علاوہ، دوسرا کوئی کام ہی نہیں تھا۔ نہ اسفار، نہ ہی جلسے جلوس میں شرکت ،اخیر ایام میں تو ''خدا، خود آپ اور کتاب بخاری اور بس'' کے مصداق تھے۔

ایک واقعہ

سال گذشتہ، غالباً ربیع الاوّل میں کسی کام سے حضرت کے گھر گیا۔حسن اتفاق حضرت ملاقاتی کمرے میں تشریف فرما تھے۔نقاہت وکمزوری ظاہر تھی لیکن خوش روئی اور آواز حسب سابق تھی۔راقم ناچیز نے سعادت سمجھ کرفوراً سلام ومصافحہ کیا۔حضرت کے استفسار پر میں نے بتایا کہ امسال شعبہ تدریب المعلمین (معین مدرسی) میں ہوں بہت خوش ہوئے اور چائے منگوائی ،اور راقم کو''استاذ'' کہہ کرمخاطب فرمایا۔جس کے ہم حقیقی طور سے مستحق نہیں تھے وہ بھی حضرت کی زبان سے،لیکن کیا کیجئے شفقت ومحبت اور پدرانہ معاملہ بھی تو اسی دنیا کی ایک چیز ہے۔پھرنصیحت فرمائی کہ''بھائی اب مارکاٹ کا زمانہ ختم ہوگیا۔طلباء پیار ومحبت سے پڑھا کرتے ہیں تو محنت سے پڑھائیں اورمحبت سے پڑھائیں'' حضرت سے یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوئی۔تصور میں بھی نہیں تھا کہ ایک سال بعد ہی حضرت ہم سے جدا ہو جائیں گے۔

حضرت بلاواسطہ مولانا حسین احمد المدنی نوراللہ مرقدہ کے شاگرد تھے۔کبھی دوران درس حضرت شیخ الاسلام کا تذکرہ آتا،تو آب دیدہ ہوجاتے۔ واقعی حضرت کا وجود کبھی ہمیں احساس دلاتا تھا کہ ہم بھی''اکابر واسلاف'' کے دور میں جی رہے ہیں۔ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہم نے حضرت کی ذات میں خیرالقرون کے باکمال افراد کا نمونہ، اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔حضرت کی اولاد سب وہ نہیں ہیں جوان کی صلب سے پیدا ہوئیں؛ بلکہ ان کے سارے شاگردان ان کی روحانی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے ،آمین۔آپ نے اپنی روحانی اولاد کی، اتنی کثیر تعداد چھوڑی ہے کہ حساب و شمار مشکل ہے۔ یہ سب یقیناً حضرت کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔ خدام حدیث کی جب بھی

فہرست تیار ہوگی؛ تو حضرت الاستاذ کا نام اولین لوگوں کے ساتھ سرفہرست ہوگا۔اور آپ نے اپنی علمی زندگی سے جو مثالیں قائم کی ہیں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور علمی سطح پر جو چھاپ چھوڑی ہے اس کا نقش ہمیشہ علماء وطلباء کی راہنمائی کا کام انجام دیتا رہے گا اور آپ کی خدمات جلیلہ بالخصوص حدیث کے حوالے سے ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔مولانا دریابادی کی کسی کتاب میں، کبھی ایک شعر نظر سے گذرا تھا۔حضرت کی زندگی دیکھنے پر ایسا لگتا ہے کہ یہ شعر انھیں کے بارے میں کہا گیا ہے، جو واقعیت وحقیقت سے لبریز ہے۔

مقبول جو ہوں شاذ ہیں، قابل تو بہت ہیں
آئینہ کے مانند ہیں کم، دل تو بہت ہیں

❁ ❁ ❁

مقالات حبیب

تالیف: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

یہ کتاب مقالات حبیب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی استاذ حدیث ومدیر اعلیٰ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے بیش بہا مضامین کا مجموعہ ہے۔

مضامین بڑی محنت و جانفشانی سے لکھے گئے ہیں، اس ضخیم کتاب کے چھ ابواب ہیں۔

باب اوّل میں ہندوستان میں احیائے علم وفکر کا مفصل تذکرہ ہے اور مکتبِ فکر دارالعلوم دیوبند کا اور اس کے ابنائے قدیم کا مبسوط تعارف ہے۔

دوسرے باب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی منفردانہ عظمت شان کا بیان ہے۔

تیسرا باب فرقۂ باطلہ کے تعاقب میں ہے۔

چوتھے باب میں مسائل و دلائل ہیں، اس میں کئی معرکۃ الآراء مسائل زیر بحث آئے ہیں۔

پانچواں باب سیرت وتاریخ کے بیان میں ہے۔

چھٹے اور **آخری باب** میں ارباب فضل وکمال کا تذکرہ ہے۔

یہ اس معلومات افزا کتاب کا ایک سرسری جائزہ ہے اور اس کا مختصر تعارف ہے، کتاب عمدہ طباعت و خوشنما جلد کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے، خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل فرمائیں۔

ملنے کا پتہ: **مکتبہ دارالعلوم بالمقابل جامع رشید دیوبند**

عام قیمت مکمل تین جلد:=/300

بسم اللہ الفتاح العزیز الرحمٰن الرحیم

١٤٣١

صنعتِ مربع بجمالِ مولانا نصیر احمد صاحب دیوبندی مرحوم

۲۰۱۰

	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	
۲۰۱۰	کامل	عارف	صادق	مصلح	فائق	سرور	لائق	رہبر	۲۰۱۰
۲۰۱۰	رہبر	کامل	عارف	صادق	مصلح	فائق	سرور	لائق	۲۰۱۰
۲۰۱۰	لائق	رہبر	کامل	عارف	صادق	مصلح	فائق	سرور	۲۰۱۰
۲۰۱۰	سرور	لائق	رہبر	کامل	عارف	صادق	مصلح	فائق	۲۰۱۰
۲۰۱۰	فائق	سرور	لائق	رہبر	کامل	عارف	صادق	مصلح	۲۰۱۰
۲۰۱۰	مصلح	فائق	سرور	لائق	رہبر	کامل	عارف	صادق	۲۰۱۰
۲۰۱۰	صادق	مصلح	فائق	سرور	لائق	رہبر	کامل	عارف	۲۰۱۰
۲۰۱۰	عارف	صادق	مصلح	فائق	سرور	لائق	رہبر	کامل	۲۰۱۰
	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	۲۰۱۰	

یہ مصرعہ چاروں طرف سے پڑھا جاسکتا ہے اور چاروں طرف سے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث وصدرالمدرسین حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلندشہری ثم دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۰؍صفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۴؍فروری ۲۰۱۰ء یوم جمعرات) کا سالِ رحلت ۲۰۱۰ء برآمد ہوتا ہے، جو ۱۴۳۱ھ کے مطابق ہے۔

بگو استاذ خود را سال رحلت غمزدہ طاہر　　　　که یا بزم فردوس بریں از رحمت یزداں

۱۴۳۱

بکلکِ محمد طاہر الاعظمی

۱۴۳۱

تعارف وتبصرہ

نام کتاب : منتخب لغات القرآن مکمل (دو جلدیں)
مؤلف : حضرت مفتی محمد نسیم صاحب قاسمی بارہ بنکوی زید مجدہ
استاذِ تفسیر وادب دارالعلوم دیوبند
صفحات : ۱۱۶۰ قیمت: (۱۷۰) روپئے
ناشر : مکتبہ دعوۃُ القرآن دیوبند، متصل شیخ الاسلام منزل دارالعلوم دیوبند
ملنے کے پتے : دیوبند کے کتب خانے
تبصرہ نگار : اشتیاق احمد، مدرس دارالعلوم دیوبند

قرآن کریم ''کتاب تلاوت'' بھی ہے اور ''کتاب ہدایت بھی''؛ محض اس کے الفاظ کا پڑھ لینا بھی کثیر ثواب کا باعث ہے، ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملنا منصوص ہے، کتاب ہدایت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں اتنا غور وخوض کیا جائے کہ مرادِ الٰہی تک رسائی ہوجائے، علمائے اصولیین نے تفسیر قرآن کے لیے دسیوں علوم کو ضروری قرار دیا ہے، عربی زبان کی خاطر خواہ واقفیت و دست رس کے ساتھ ہی ناسخ ومنسوخ، بیان، معانی، بدیع، نحو، صرف، اشتقاق حتیٰ کہ رسم الخط کی معلومات بھی ضروری ہے، اسی طرح عرب اولین کی لغات ومحاورات کی معلومات بھی اس کے لیے لابدی ہے؛ تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ نزولِ قرآن کے وقت وہ الفاظ کن معنوں میں استعمال ہوتے تھے؟ امکانی حد تک یہ بھی معلوم کیا جائے کہ کس آیت کا مطلب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کیا بیان کیا ہے، سلف میں اس کا اہتمام تھا، حتیٰ کہ حضرت عمرؓ اور دیگر اکابر صحابہ بھی ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آیت کا مفہوم دریافت کرتے تھے؛ چنانچہ بعد میں ''تفسیر ابن عباس'' اور ''تفسیر ابن مسعودؓ'' کے نام سے کتابی شکل میں تفسیریں جمع بھی کی گئیں۔ اولین مرحلے میں ہر قاری میں ''مفردات'' کے صحیح معنی تک پہنچنے کی طلب پیدا ہوتی ہے، بغیر اس کے مرادِ الٰہی تک نہیں پہنچا جاسکتا، اس موضوع پر عربی زبان میں مفردات القرآن راغب اصفہانی

کی اور ''کلمات القرآن''، شیخ حسنین محمد مخلوفؒ کی اور اردو میں لغات القرآن مولانا عبدالرشید نعمانی کی اور ''قاموس القرآن''، قاضی زین العابدین میرٹھی کی اچھی کتابیں ہیں۔

پیش نظر ''منتخب لغات القرآن'' دارالعلوم دیوبند کے قدیم وکامیاب استاذ حضرت مولانا مفتی محمد نسیم صاحب کی ہے، موصوف صلاح اور صلاحیت دونوں صفات سے متصف ہیں، مادر علمی میں تقریباً تیس سال سے مقبول استاذ کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں، قرآن وسنت فقہ اسلامی کے ساتھ عربی زبان وادب میں مہارت رکھتے ہیں؛ چنانچہ مادر علمی میں جہاں ادب عربی کے طلبہ آپ کی تربیت سے بہرہ ور ہورہے ہیں وہیں بیس سال سے زائد عرصہ سے ترجمہ قرآن پاک اور تفسیر جلالین کی تدریس بھی آپ سے متعلق ہے۔ یہ کتاب آپ کی تیسری تصنیف ہے، اس سے پہلے دو کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، ''منتخب لغات القرآن'' آپ کی شبانہ روز کی ان محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے جو آپ نے مرادِ الٰہی تک پہنچنے میں صرف کی ہیں اس کی قابل ذکر خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱- اس میں قرآنی کلمات کی توضیح وتشریح سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کے اعتبار سے ہے۔

۲- ہر لفظ سے پہلے دائیں جانب آیت نمبر درج کیا گیا ہے، پھر ہر کلمہ کے سامنے بائیں جانب اس کے معانی لکھے گئے ہیں۔

۳- الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق میں اسم، فعل، واحد اور جمع کی نشاندہی کے ساتھ ہی ابواب اور صیغوں کی تعیین اور مادوں کی وضاحت کردی گئی ہے، نحوی تحقیق میں وجہِ اعراب اور ترکیب بتائی گئی ہے۔

۴- بعض مقامات پر حسب ضرورت تفسیری مباحث بھی ذکر کیے گئے ہیں، خصوصاً ان آیات کے تحت جہاں مفسرین کے اقوال متعدد ہیں یا ضعیف یا موضوع احادیث کے ذریعہ تفسیر عام لوگوں کے ذہنوں میں ہے، ان مقامات پر راجح اور مضبوط قول کو لکھ دیا ہے، اور اختصار کے پیش نظر درازنفس بحث سے اجتناب کیا ہے- اسی طرح وہ آیات جو تفسیر کے باب میں مشکل مانی گئی ہیں وہاں بھی قارئین کو تفسیری مباحث ملیں گے۔

۵- ''منتخب لغات القرآن'' کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظِ قرآنی کی تحقیق میں اتباعِ سلف کا کافی اہتمام کیا گیا ہے، یہی تفسیر قرآن کی حقیقی روح ہے، صحابہ وتابعین بھی عربی زبان وبیان سے واقفیت اور خیرالقرون میں ہونے کے باوجود محض اپنی مرضی سے

تفسیر نہیں کرتے تھے؛ بلکہ موجودہ اکابر سے پوچھتے تھے۔ مؤلف زیدمجدہٗ بھی چہ جائے کہ عربی زبان کے رسیا ہیں؛ مگر تفسیر قرآن اور لغات کی وضاحت میں کہیں بھی مقررہ منہاج سے ہٹے نہیں ہیں۔ سارے اردو تراجم میں حضرت تھانویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ کو ترجیح دیتے ہیں، اور تفاسیر میں ان کے سامنے جہاں بیان القرآن، معارف القرآن، تفسیر عثمانی اور تفسیر ماجدی وغیرہ ہیں، وہیں بیضاوی، جلالین، مظہری اور قرطبی سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ترکیب نحوی میں ''اعراب القرآن'' پر اعتماد کیا ہے۔

۶- سورہ کے شروع میں اجمالی تعارف، آیات کی تعداد، خصوصیات اور مرکزی مضامین کی نشاندہی کے ساتھ ہر سورہ کی وجہ تسمیہ بھی درج کی گئی ہے۔

۷- انداز بیان تدریسی ہے، جس طرح درس گاہ میں استاذ الفاظ کی نحوی، صرفی، لغوی تحقیق کے ساتھ مختصر طور پر لفظ کا واضح اور قابل اعتماد ترجمہ کردیتے ہیں، اور بضرورت نحوی ترکیب بھی بتاتے ہیں، مدلل اور محقق باتیں ہی طلبہ کو بتاتے ہیں، چلتے چلتے کہیں اجمال کی تفصیل ہوجاتی ہے؛ بس یہی انداز اس تالیف کا ہے- عربی کی تھوڑی بہت شدبد رکھنے والا آدمی اگر تلاوت کے وقت اس سے استفادہ کرے تو بہت جلد قرآن اور قرآنی مضامین سے قریب ہوجائے گا (ان شاء اللہ)

۸- انبیائے کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کے حالات میں عموماً رطب ویابس اقوال درآئے ہیں، اس تالیف میں قابل اعتماد اجزا ہی کو بیان کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ذوالقرنین، یاجوج وماجوج، قارون، لقمان حکیم، اصحاب الرسّ، اصحاب ایکہ، اصحاب اخدود، اصحاب فیل اور قوم تُبّع وغیرہ کا تذکرہ بھی قابل اعتماد حوالوں سے پیش کیا گیا ہے۔

غرض یہ منتخب لغات القرآن طلبہ، اساتذہ اور ترجمہ قرآن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بہت عمدہ تحفہ ہے، اساتذہٴ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری مدظلہ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ اور نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدظلہ کی تقریظات اور اعتماد نے اس کے درجہ اعتماد کو اور بھی بلند کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو خوب خوب قبولیت سے نوازیں! (آمین)

❁ ❁ ❁